اکابر دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی
کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر گجرات

ترتیب

برائے خط وکتابت: مولانا احسن خدامی صاحب
جامع مسجد برکت علی، مدینہ مارکیٹ، ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور

رسالہ لگوانے کے لیے، نیز رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ کریں
ترسیل ناظم: حافظ محمد طاہر، شیرانوالہ باغ، گوجرانوالہ 0306-6426001

پیام صفدر مدیر کے قلم سے

اناللہ وانا الیہ راجعون

قارئین مجلّہ ''صفدر'' ملکی اخبارات ورسائل اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے گزشتہ چار ماہ کے عرصہ میں پے در پے اہل علم وذکر کے اٹھ جانے کی غمناک خبروں سے آگاہ ہوں گے۔ بے شک اہل علم کے اٹھ جانے سے دنیا کی تاریکی اور اندھیر نگری میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے، بالخصوص اہل نسبت کے اٹھ جانے سے نورانی وروحانی محافل اجڑ رہی ہیں، اور علماء کے جانے سے علمی مجالس بے رونق ہورہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین۔

استاذ محترم حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی یاد میں مجلّہ ''صفدر'' کے ''شیخ الحدیث نمبر'' (جوکہ دسمبر 2012 تا مارچ 2013ء کی اشاعتوں کے قائم مقام تھا) کی اشاعت کے باعث چار ماہ بعد معمول کا شمارہ قارئین کے پیشِ خدمت ہوسکا۔ اس عرصہ میں بہت سے اہل دین اور بڑے بڑے اہل علم وفضل کی وفات وشہادت کے سانحے پیش آئے، جن میں...... وکیل صحابہ واہل بیت، مناظر اسلام حضرت مولانا علامہ عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ......خطیب اسلام حضرت مولانا امیر بجلی گھر رحمہ اللہ......مناظر اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب کے صاحبزادے عبدالرحیم رحمہ اللہ......تبلیغی مرکز سوات کے شہداء رحمہم اللہ......پیر طریقت حضرت مولانا میاں مسعود احمد مدظلہم (سجادہ نشین: دین پور شریف) کی اہلیہ رحمہا اللہ...... حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ (استاذ الحدیث: جامعہ احسن العلوم، کراچی)......استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ (سابق مدرس: جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ)......حضرت مولانا قاری عبدالحی عابد رحمہ اللہ......حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز: شیخ الحدیث مولانا محمد حنیفؒ، آرمی خطیب: بہاول پور) ......امام کعبہ شیخ محمد بن عبداللہ السبیل رحمہ اللہ......حضرت مولانا یحییٰ مدنی رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ)......حضرت مولانا قاری سعید احمد شہید رحمہ اللہ [تلہ گنگ]......اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری شہید رحمہ اللہ (صدر مفتی: جامعہ بنوری ٹاؤن، کراچی) وغیرہم شامل ہیں۔ ادارہ ''صفدر'' جملہ فوت شدگان کے تمام پسماندگان کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے۔ اور قارئین کی خدمت میں درخواست کرتا ہے کہ فوت شدگان کی بلندئ درجات، پسماندگان کے لیے صبرِ جمیل اور اپنے اکابر کی حفاظت اور صحت وسلامتی کے ساتھ درازئ عمر کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام فرمائیں۔

مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد مدظلہم

مسجد اقصیٰ کی تولیت اور عمار خان کی یہود نوازی

(......پہلی قسط......)

بسم اللّٰہ حامداً و مصلیاً

[ہمارے مضمون کا پس منظر یہ ہے کہ حافظ عمار خان ناصر صاحب (جو دینی علوم پڑھے ہوئے ہیں اور خیر سے ''ہم عصر اہل علم'' جاوید غامدی صاحب کے شاگردِ رشید بھی ہیں اور وہ بھی اس شان کے کہ غامدی صاحب کے کلام کے شارح اور مبلغ ہیں) آزاد غور وفکر کے نام پر اپنے استاد جاوید غامدی کا حق نمک ادا کر رہے ہیں۔ مسجد اقصیٰ، یہود اور امت مسلمہ کے عنوان سے اُن کا مضمون اُن کی نئی طبع شدہ کتاب ''براہین'' میں پڑھنے کو ملا۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں مبغوض قوم کے ساتھ اُن کی گہری دردمندی اور امت مسلمہ پر شدید تنقید کچھ اُن ہی کا خاصہ ہے۔ مشاہدہ اس حقیقت پر کافی دلیل ہے کہ آدمی جب گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی عقل صحیح فیصلے کرنے اور صحیح نتیجے دینے سے عاجز ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین، دنیا اور آخرت کی عافیت میں رکھیں۔ ہم نے عمار خان کے مذکورہ مضمون کے کچھ حصوں پر تنقید و تحقیق کی ہے اور ہماری تحریر میں جو یہ الفاظ ہیں کہ عمار خان کی ''یہود نوازی'' یا ان کو ''یہود کا غم ہے'' وغیرہ تو ان سے مراد طعنہ زنی نہیں بلکہ حقیقت حال کو بیان کرنا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائیں۔ آمین]

ہیکل سلیمانی، اس کا احاطہ اور مسجد اقصیٰ، ان کا مختصر تعارف

عمار خان لکھتے ہیں:

''احاطہ ہیکل (Temple Mount) جو کہ آج کل الحرم الشریف کے نام سے معروف ہے بحالت موجودہ تقریباً 45 ایکڑ رقبے پر مشتمل ہے۔۔۔ اسی احاطہ کے اندر کسی مقام پر سیدنا سلیمان علیہ السلام نے وہ شاندار عبادت گاہ تعمیر کی تھی جو تاریخ میں ہیکل سلیمانی کے نام سے معروف ہوئی۔ ہیکل کی اصل عمارت کی بنیادیں، اس کی تعمیر کا نقشہ اور حدود اسرائیلی شریعت میں بالکل متعین تھیں اور ان میں کمی بیشی کا اختیار کسی کو حاصل نہ تھا۔۔۔

۶۳۸ء میں سیدنا عمر کی زیر قیادت بیت المقدس کو فتح کرنے کے بعد مسلمانوں نے اس احاطے میں نصاریٰ کے پھینکے ہوئے کوڑا کرکٹ اور گندگی کو صاف کروا کر اس کی جنوبی دیوار کے قریب ایک

جگہ کو اپنی عبادت کا مرکز بنالیا اور بعد میں وہاں (لکڑی کی) ایک باقاعدہ مسجد تعمیر کروائی گئی۔ ابتدا میں کچھ عرصہ تک یہ مسجد عمر کے نام سے معروف رہی لیکن چونکہ ہیکل کے پورے احاطے میں مسلمانوں نے صرف یہی جگہ نماز کے لیے مخصوص کر لی تھی اس لیے مسلمانوں کے ہاں مسجد اقصیٰ کا لفظ اپنے اصل مفہوم یعنی ہیکل سلیمانی اور اس کو محیط پوری چار دیواری کے بجائے رفتہ رفتہ اسی مخصوص مسجد کے لیے بولا جانے لگا۔

۶۸۸ء میں عبدالملک بن مروان نے اپنے دور حکومت میں احاطے کے تقریباً وسط میں واقع صخرہ بیت المقدس (بیت المقدس کی چٹان) پر بھی ایک (شاندار) قبہ تعمیر کرا دیا۔ عبدالملک نے ہی لکڑی کی مذکورہ سادہ مسجد کی تعمیر نو کر کے اس کے رقبے کو مزید کر دیا۔ یہی دو عمارتیں آج بھی احاطے کے اندر اہم اور نمایاں ہیں۔ عبدالملک کی پیروی میں بعد کے مسلمانوں نے بھی مختلف اوقات میں یہاں مختلف جگہوں پر چھوٹے بڑے قبے تعمیر کرائے جنہیں مختلف ناموں سے موسوم کر دیا گیا۔

اس وقت عملی صورتحال کے لحاظ سے یہ پورا احاطہ صدیوں سے مسلمانوں کے زیر تصرف ہے اور اس تسلسل کی بنیاد پر یروشلم (یعنی بیت المقدس) کے مسلم وقف کا موقف یہ ہے کہ اس احاطے کی ایک انچ جگہ پر بھی یہودی کوئی حق نہیں رکھتے اور اس کے کسی بھی حصے پر ان کو تولیت وتصرف کا حق دینا احکام شریعت کے بالکل خلاف ہے''۔ (براہین، ص: 395 ,394)

تنبیہ: وکی پیڈیا (Wikipedia) میں ہے:

For centuries al-Masjid al Aqsa referred not only to the mosque, but to the entire sacred sanctuary. This changed during the period of Ottoman rule (early 16th century to 1918) when the sanctuary complex came to be known as al-Haram as-Sharif, and the mosque founded by Umar came to be known as al-Jami al-Aqsa or Al-Aqsa mosque.

(ترجمہ: صدیوں تک المسجد الاقصیٰ سے مراد صرف مسجد ہی نہیں بلکہ پورا مقدس احاطہ مراد لیا جاتا رہا۔ عثمانیوں کے دور میں (16ویں صدی کے اوائل سے 1918ء تک) احاطہ کو حرم شریف اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بنائی ہوئی مسجد کو ''الجامع الاقصیٰ'' یا ''مسجد اقصیٰ'' کہا جانے لگا۔)

بجائے اس کے کہ احاطہ کو مسجد اقصیٰ کا احاطہ کہیں یا حرم شریف کہیں عمار خان نے اوپر صرف ایک مرتبہ یہ لکھا کہ احاطہء ہیکل (Temple Mount) جو کہ آج کل الحرم الشریف کہا جاتا ہے، اس کے علاوہ اپنے مضمون میں جہاں کہیں احاطہ کا ذکر کیا ہے اس کو احاطہء ہیکل ہی کہا ہے۔ یہ ان کی بڑی ناانصافی ہے

کیونکہ اس سے وہ قارئین کو شروع سے آخر تک اس تأثر میں رکھنا چاہتے ہیں کہ یہ ہیکل کا احاطہ ہے اور یہودیوں کا حق ہے۔موجود مسجد اقصیٰ کا حق نہیں ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون.

احاطہ ءہیکل اور مسجد اقصیٰ کی تولیت میں مسلمانوں اور یہودیوں کا جھگڑا

عمار خان لکھتے ہیں:

''مسجد اقصیٰ کی تولیت (Administration) کے حق کا مسئلہ مسلمانوں اور یہود کے مابین متنازع فیہ ہے۔ یہود کا دعوی ہے کہ اس جگہ صدیوں پہلے ہیکل سلیمانی (Solomon's Temple) کے نام سے ان کا ایک انتہائی مقدس مرکز عبادت تعمیر ہوا تھا جو گونا گوں تاریخی حالات اور واقعات کے نتیجے میں تباہ و برباد ہوگیا۔وہ چاہتے ہیں کہ اب اس جگہ کو دوبارہ اپنے تصرف میں لے کر یہاں اس عبادت گاہ کی تعمیر نو کریں۔اگرچہ اسرائیلی حکومتیں اور وہاں کے سیکولر حلقے بالعموم اس تصور کی حوصلہ شکنی ہی کا رویہ اختیار کرتے ہیں اور خود یہود کے مذہبی حلقوں میں بھی اس کی تفصیلات کے حوالے سے بہت کچھ اختلافات پائے جاتے ہیں تاہم اصولی طور پر اس جگہ کی بازیابی اور یہاں ہیکل کی تعمیر کو ان کے اعتقاد کے ایک جز و لاینفک کی حیثیت حاصل ہے۔

اس کے مقابلے میں امت مسلمہ کی نمائندگی کرنے والے کم وبیش تمام مقتدر اہل علم اور علمی و سیاسی ادارے مسجد اقصیٰ کے حوالے سے جس موقف پر متفق ہیں وہ یہ ہے کہ یہ مقام تاریخی اور شرعی لحاظ سے بلا شرکت غیرے مسلمانوں کی ملکیت ہے، اس کی تولیت اور اس میں عبادت خالصتاً مسلمانوں کا استحقاق ہے اور یہود کا اس مقام پر عبادت کرنے یا یہاں ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کا مطالبہ مسلمانوں کے ایک مقدس مقام کی توہین اور ان کے مذہبی جذبات کی پامالی کی ایک سازش ہے''۔(براہین،ص:233, 234)

عمار خان مزید لکھتے ہیں:

''تاریخی لحاظ سے مسجد اقصیٰ کے ساتھ مذہبی تعلق و وابستگی کے دعوے میں یہودی اور مسلمان دونوں فریق بنیادی طور پر سچے ہیں۔

یہودیوں کے لیے یہ عبادت گاہ قبلہ و مرکز اور ان کی دینی و دنیاوی عظمت رفتہ کے نشان کی حیثیت رکھتی ہے۔دعا اور مناجات کے لیے وہ اسی کی طرف رخ کرتے ہیں اور اس میں سلسلہ عبادت کے احیا کی تمنائیں برآنے کے لیے صدیوں سے ان کے سینوں میں تڑپ رہی ہیں۔

مسلمانوں کی وابستگی اور عقیدت بھی اس عبادت گاہ کے ساتھ معمولی نہیں ہے۔یہ تمام انبیائے بنی اسرائیل کی ایک یادگار ہے جن پر ایمان اور جن کا احترام و تعظیم مسلمانوں کے اعتقاد کا جز و لاینفک

ہے۔انہوں نے اس وقت اس عبادت گاہ کو آباد کیا جب یہود و نصاریٰ کی باہمی آویزشوں کے نتیجے میں یہ ویران پڑی تھی۔ان کا یہ عمل تمام مذہبی، عقلی اور اخلاقی معیارات کے مطابق ایک نہایت اعلیٰ روحانی اور مبارک عمل ہے جس پر وہ جتنا بھی فخر کریں کم ہے''۔(براہین،ص:245)

اس جھگڑے میں عمار خان کا موقف

چونکہ یہ بات ثابت ہے کہ احاطے کے ایک حصے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد مقرر کی تھی اس کو درست کہنے پر تو عمار خان مجبور ہوئے اس لیے انہوں نے قانونی پہلو سے مسلمانوں کی تولیت کو تسلیم کیا۔البتہ باقی احاطہ کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ یہودیوں کا حق ہے کہ وہ اس میں اپنی عبادت گاہ بنائیں اور یہودیوں کا یہ حق اسلامی تعلیم کے ایک شعبہ یعنی اخلاقیات کے پہلو سے ہے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ باقی پر اپنا حق نہ جتائیں اور اس کو یہودیوں کی امانت سمجھ کر ان کے حوالے کر دیں۔

عمار خان لکھتے ہیں:

''۔۔۔۔۔۔یہ بات پورے اعتماد کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ قبۃ الصخرہ سمیت پورے احاطہ ہیکل کو سیدنا سلیمان علیہ السلام کی مسجد کا حصہ ہونے کے تعلق سے ایک عمومی تقدس اور احترام کا مرتبہ تو یقیناً حاصل ہے لیکن (مسلمانوں کو) موجودہ مسجد اقصیٰ کے علاوہ پورے احاطہ ہیکل کی تولیت اور تصرف کا حق جتانے اور یہودیوں کے حق کی کلیتاً نفی کرنے کا دینی و تاریخی لحاظ سے نہ کوئی جواز ہے اور نہ ضرورت۔ ہمارے نزدیک یہی وہ نکتہ ہے جو اس تنازع میں ایک قابل عمل حل کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔۔۔۔۔ جہاں تک یہود کا تعلق ہے ان کی دلچسپی بعینہ ان بنیادوں پر تیسرے ہیکل کی تعمیر سے ہے جن پر سیدنا سلیمان علیہ السلام نے پہلا ہیکل تعمیر فرمایا تھا۔ہیکل کی تباہی کو صدیاں گذر جانے کے بعد اس کی چار دیواری میں توسیع اور متعدد بار تعمیرات کے نتیجے میں ہیکل کی اصل بنیادوں کی متعین طور پر نشان دہی تو زیر زمین کھدائی اور اثراتی تحقیق (Archaeological Research) کے بغیر ممکن نہیں، تاہم بائبل اور تالمود میں بیان کردہ تفصیلات کی روشنی میں یہودی علما نے تخمیناً اس کی تعیین کی کوشش کی ہے اور اس ضمن میں ان کے ہاں تین نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں۔۔۔۔(ان تینوں نقطہ ہائے نظر کے مطابق) جس مقام کو بھی ہیکل کا اصل محل وقوع مانا جائے موجودہ مسجد اقصیٰ اس کی زد میں نہیں آتی۔یہی وجہ ہے کہ ربی شلومو گورن جیسے انتہا پسند یہودی رہنما نے بھی۔۔۔وزارتی کمیٹی برائے مقامات مقدسہ کو بھیجی جانے والی یادداشت میں یہ تجویز پیش کی کہ قبۃ الصخرہ کا ایریا تو مسلمانوں کے لیے ممنوع قرار دیا جائے لیکن مسجد اقصیٰ چونکہ ہیکل کی اصل عمارت کے اندر شامل نہیں اس لیے وہاں مسلمانوں کے حق تولیت کو محفوظ رکھتے ہوئے احاطہ ہیکل کے تنازع کا ایک معقول حل موجود ہے''۔(براہین:397 ,396)

مسجد اقصیٰ کی تولیت کے جھگڑے میں عمار خان منصف کیوں بنے ہیں؟

عمار خان کو یہودیوں کا غم ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ یہودیوں کی جو تمنائیں ان کے سینوں میں صدیوں سے تڑپ رہی ہیں وہ پوری ہو جائیں اس لیے لکھتے ہیں:

''ہمارا احساس یہ ہے کہ امت مسلمہ کی جانب سے اجتماعی طور پر اختیار کردہ اس رویے کی تشکیل میں بنیادی عنصر کی حیثیت مسئلے کی جذباتی نوعیت اور عرب اسرائیل سیاسی کشاکش کو حاصل ہے اور بعض نہایت اہم شرعی اخلاقی اور تاریخی پہلوؤں کے نظر انداز ہو جانے کی وجہ سے اس معاملے میں توازن و اعتدال کے حدود ٹھیک ٹھیک ملحوظ نہیں رکھے جا سکے۔ چنانچہ صورت حال اس بات کی متقضی ہے کہ تعصّبات و جذبات سے بالاتر ہو کر قران وسنت کی روشنی میں بے لاگ طریقے سے اس مسئلے کا جائزہ لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے نہایت اہتمام کے ساتھ اس امت پر یہ واضح کیا ہے کہ ان کے ہاتھ سے عدل و انصاف کا دامن کسی حال میں بھی نہیں چھوٹنا چاہیے چاہے معاملہ کسی ایسے گروہ ہی کا کیوں نہ ہو جس نے ان پر ظلم وزیادتی کی اور ان کے ساتھ ناانصافی کا معاملہ کیا ہو۔۔۔

ذیل کی سطور میں ہم نے اسی جذبے کے ساتھ اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی کوشش کی ہے''۔ (براہین ص:234)

عمار خان کے اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ کی تولیت کے مسئلے میں امت مسلمہ کے تمام ہی طبقات راہ عدل سے ہٹے ہوئے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی صحیح بات کہنے والا نہیں اس لیے وہ امت مسلمہ کے ان تمام طبقات کو راہ عدل پر لگانے آئے ہیں۔

یہودیوں اور مسلمانوں میں سے عمار خان کے نزدیک کس کا موقف وزنی ہے؟

عمار خان لکھتے ہیں:

''فریقین کے تعلق و وابستگی کے دعوے کو درست مان لینے کے بعد اب سوال یہ ہے کہ اس پر تولیت (Administration) کا حق کس فریق کو ملنا چاہیے اور فریقین میں سے کس کے حق کو کس بنیاد پر ترجیح دی جائے؟

جہاں تک قانونی پہلو کا تعلق ہے اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں کے دعوائے تولیت کو ایک عملی وجہ ترجیح حاصل ہے۔ انہوں نے یہ عبادت گاہ نہ یہودیوں سے چھینی تھی اور نہ ان کی پہلے سے موجود کسی عبادت گاہ کو ڈھا کر اس پر اپنی عبادت گاہ تعمیر کی تھی۔ نیز وہ بحالت موجودہ اس کی تولیت کے ذمہ دار ہیں اور یہ ذمہ داری وہ گذشتہ تیرہ صدیوں سے صلیبی دور کے استثنا کے ساتھ تسلسل کے ساتھ انجام

دیتے چلے آرہے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر بھی اس کی تولیت کا حق دار مسلمانوں ہی کو تسلیم کیا گیا ہے''۔(براہین:245)

یہودیوں کے مسجد اقصیٰ کی تولیت کے قانونی حقدار نہ ہونے کی مزید وضاحت یوں ہے۔عمار خان لکھتے ہیں:

''فتح بیت المقدس کے موقع پر سیدنا عمر اور اہل بیت المقدس کے مابین جو معاہدہ طے پایا اس میں یہ شرط شامل تھی کہ'' ولا یسکن بایلیاء معهم احد من الیهود ''(بیت المقدس کے مسیحی باشندوں کے مابین کسی یہودی کو قیام کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔(براہین:311)

عمار خان کے اس کلام سے یہ باتیں حاصل ہوئیں

(i) عمار خان کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جب مسلمانوں نے بیت المقدس کو فتح کیا اس وقت اس پر عیسائیوں کا قبضہ تھا جن کو اپنے مابین کسی یہودی کا رہنا گوارا نہ تھا۔غرض اس وقت بیت المقدس یہودیوں سے خالی تھا اور کسی بھی جگہ کے یہود کی طرف سے تولیت کے حقدار ہونے کا باقاعدہ دعوی بھی نہ تھا۔70ء سے لے کر آج سے سوڈیڑھ سو سال پہلے تک یہی صورت حال رہی۔

(ii) مسلمانوں نے اس وقف میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔اس احاطہ کے ایک حصے میں مسجد بنائی۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہیکل اور عبادت گاہ بنائی تھی۔مسلمانوں نے اسی کے ایک حصے میں مسجد بنا کر اس قدیم عبادت گاہ کو آباد کیا۔

مذکورہ بالا دو باتوں کے علاوہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہود کے معاملے کے برعکس بیت المقدس میں مسلمان اب بھی موجود ہیں اور متنازعہ جگہ ابھی تک ان کی تولیت میں ہے اور وہ اس کے دعویدار بھی ہیں۔عمار خان لکھتے ہیں:

''۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیل مشرقی یروشلم (بیت المقدس) پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا جس میں مسجد اقصیٰ واقع ہے اور مسجد کو اسرائیل فوج نے اپنے کنٹرول میں لے لیا، تاہم اسرائیل وزیر دفاع موشے دایان نے خیر سگالی کے اظہار کے طور پر احاطہ مقدسہ کی چابیاں اردن کے حکمران ہاشمی خاندان کے سپرد کر دیں۔اس وقت سے اس احاطے اور اس سے ملحق بعض عمارتوں کا کنٹرول یروشلم کے مسلم وقف کے پاس ہے جو اس کے جملہ امور کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہے''۔

(براہین:245, 244)

نوٹ: کیا عمار خان اس نکتے کی وضاحت کریں گے کہ اسرائیلی وزیر دفاع نے احاطہ کا کنٹرول مسلمانوں کو کیوں دیا جبکہ عمار خان کی تحریر کے مطابق:''یہودیوں کے مذہبی قانون میں اس کی تولیت کی ذمہ داری کسی دوسرے گروہ کے سپرد کرنے کی ممانعت کی گئی ہو''۔(براہین:336) (جاری ہے۔۔۔۔)

محترم نثار معاویہ صاحب، چکوال
خادم خاص: حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ

میرے شیخ ومرشد......تصویرِ مدنی رحمہ اللہ

قائد اہل سنت، وکیل صحابہ، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

2000ء کا سفرِ حرمین......آخری سفر

اکتوبر ۲۰۰۰ء میں حضرت اقدس نے خادم کو عمرہ پر جانے کے پروگرام سے آگاہ فرمایا۔ ہمارے رفیق سفر محترم المقام حضرت مولانا حافظ محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیں داغ مفارقت دے گئے تھے، آپ 13، اپریل 2000ء کو اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرما گئے تھے۔

حضرت اقدس کی اہلیہ محترمہ کے پاسپورٹ کی میعاد ختم ہوگئی تھی ان کی بھی خواہش تھی کہ وہ بھی اس مقدس سفر پر ساتھ جائیں، لیکن نئے قوانین وضوابط کے تحت عورت کے پاسپورٹ بنوانے کے لیے یہ شرط عائد کردی گئی تھی کہ پہلے وہ عورت اپنا قومی شناختی کارڈ بھی تصویر والا بنائے اس کے بعد اس کا نیا پاسپورٹ بن سکے گا، اس قانونی پیچیدگی کی وجہ سے حضرت اقدس نے انھیں نیا شناختی کارڈ بنوانے کی اجازت نہ دی۔ حضرت اقدس کا خیال تھا کہ چونکہ شناختی کارڈ چکوال میں ہی بنتا ہے۔ اسلیے مقامی افراد کو حضرت اقدس سے شناسائی ہے اس لیے وہ اپنے اہل خانہ کا فوٹو بھی چکوال کے ریکارڈ میں جمع کرانا مناسب خیال نہ فرماتے تھے، حضرت اقدس کے ہاں اس سلسلہ میں اتنی احتیاط تھی۔ حضرت اقدس فرماتے تھے کہ اسلام آباد وغیرہ میں کیونکہ لاکھوں افراد کے کاغذات ہوتے ہیں اس لیے وہاں کسی کی تخصیص نہیں ہوسکتی۔ نیز آپ فرماتے تھے کہ چونکہ وہ کئی مرتبہ عمرہ ادا بھی کر چکی ہیں اس لیے ان کے لیے ضروری بھی نہیں ہے کہ لازمی دوبارہ جائیں لہذا اس شرعی اور غیرتی حمیت کے عذر کے پیش نظر پاسپورٹ بنوانے سے انکار فرما دیا وہ خود بھی بہت شرعی پردہ کی پابند تھیں۔ (انہوں نے بھی بصد احترام نانا جان کا حکم دل وجان سے قبول فرمایا۔ [حمزہ])

اس طرح اس مرتبہ حضرت اقدس اور خادم دونوں کا عمرہ پر جانے کا پروگرام طے پایا۔ ناچیز کو اپنی اس خوش قسمتی پر بہت خوشی ہورہی تھی یہ اللہ تعالیٰ کا اس ناچیز پر اپنا خصوصی کرم اور انعام تھا کہ اپنی اس محبوب ہستی کی خدمت کا موقع عنایت فرمایا۔ جتنا بھی شکر ادا کیا جائے حق تعالیٰ کا شکر ادا نہیں ہوسکتا حضرت اقدس اور اس خادم کے پاسپورٹ کی میعاد ختم ہونے والی تھی اس لیے حضرت اقدس سے پاسپورٹ فارم پر دستخط

کرا کراور نشان انگوٹھا لگوا کر نیا پاسپورٹ بنوانے کے لیے محترم غلام عباس صاحب الحافظ انٹر پرائز کراچی کمپنی اسلام آباد کو دیئے ناچیز نے اپنے پاسپورٹ فارم پر دستخط کر کے اور انگوٹھے کا نشان لگا کر دے دیا انہوں نے کہا کہ باقی کوائف شناختی کارڈ اور سابقہ پاسپورٹ سے دیکھ کر خود لکھ لیں گے۔

۱۹۹۷ء سے عمرہ کے لیے حکومت نے اختیار ٹریول ایجنٹوں کے ذمہ کر دیا تھا۔ محترم غلام عباس جن کا تعلق تلہ گنگ کے گاؤں جھاٹلہ سے ہے وہ بھی اسی شعبہ سے منسلک ہیں لیکن انھوں نے خود عمرہ ویزا کا کام نہیں کیا تھا ان کی دیگر مصروفیات ہی بہت زیادہ تھیں، لیکن اس شعبہ میں ہونے سے ان کی واقفیت بہت زیادہ تھی اس لیے انہوں نے بغیر کسی لالچ کے صرف حضرت اقدس کی خدمت کو اپنے لیے باعث سعادت خیال کرتے ہوئے اپنے مصروف اوقات سے وقت نکال کر اور ذاتی خرچ کر کے ہر مرتبہ تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے۔

سفر سے قبل ویزے کے حصول کے لیے مشکلات

اس مرتبہ رمضان سے قبل عمرہ پر جانے کا پروگرام بنایا گیا کیونکہ حضرت اقدس کو ضعف بہت زیادہ ہو گیا تھا اور رمضان المبارک میں عمرہ والوں کا رش بہت زیادہ ہو جاتا ہے جو کہ آپ کے لیے نہایت باعث تکلیف ہوتا۔ رش کو مدنظر رکھتے ہوئے ۱۲۶ کتوبر ۲۰۰۰ء کی نشستیں سعودی ائیر لائینز کے ذریعہ اسلام آباد سے جدہ اور پھر اس کے پانچویں دن جدہ سے مدینہ منورہ اور پھر آخر میں مدینہ منورہ سے جدہ حسب سابق صبح چار بجے کی پرواز میں اور وہاں جدہ سے اسی دن صبح اسلام آباد کے لیے کمپیوٹر میں بک کرا دی گئیں، ابھی کاغذات ایجنٹ کے پاس ہی تھے واپس نہیں ملے تھے۔ روانگی سے کچھ دن قبل حاجی برکت علی صاحب کا پروگرام بھی عمرہ پر جانے کا بن گیا اور محترم بھائی حاجی نذیر احمد درویش صاحب بھی کام کے ویزہ پر سعودی عرب جا رہے تھے ان دونوں نے بھی ۱۲۶ کتوبر کے لیے نشستیں سعودی ائیر لائینز کے جہاز میں بک کرا لیں تا کہ اس سفر میں حضرت اقدس کی رفاقت نصیب ہو جائے۔ حضرو سے محترم مولانا رشید احمد صاحب نے بھی ناچیز سے روانگی کی تاریخ اور پرواز نمبر معلوم کر کے اپنے لاہور کے دوست محمد عابد عمر صاحب جو اچھرہ کے رہنے والے ہیں کے ساتھ اسی جہاز میں نشستیں بک کرا لیں اور عمرہ کے لیے پاسپورٹ کسی ایجنٹ کے پاس جمع کرا دیئے، ان سب احباب کے پاسپورٹ ویزے لگ کر پہلے مل گئے۔ لیکن حضرت اقدس اور ناچیز خادم کا پاسپورٹ روانگی سے قبل تک یعنی ۱۲۵ کتوبر کو بھی نہ مل سکا۔

ناچیز اسلام آباد گیا اور غلام عباس صاحب کے ساتھ سعودی ایمبیسی بھی گیا انہوں نے بہت کوشش کی۔ ہمیں یقین دلایا گیا کہ آج ویزہ لگ جائے گا، غلام عباس صاحب نے ناچیز سے کہا کہ کل آپ مقررہ وقت پر ائیر پورٹ پر آ جائیں ناچیز نے عرض کی کہ میری اور دیگر ساتھیوں کی تو کوئی بات نہیں اصل معاملہ حضرت اقدس کا ہے اگر خدانخواستہ ویزہ نہیں لگتا تو ان کو لانے اور واپس لے جانے میں جو اذیت انہیں ہوگی

یہ سوچ کر ہی روح کانپ اٹھتی ہے بہرحال دوسرے دن صبح سے ان سے رابطہ رہا کئی مرتبہ ٹیلیفون کرنا پڑا دن بارہ بجے انھوں نے خوش خبری سنائی کہ ویزے لگ کر پاسپورٹ مل گئے ہیں، آپ ائیر پورٹ پر آجائیں وہاں ہی آپ کو ٹکٹ اور پاسپورٹ مل جائیں گے یہ سن کر جتنی خوشی ہوئی بیان نہیں کی جاسکتی۔

اور خوشی، پریشانی میں بدل گئی......

ظہر کی نماز کے بعد خدام کے ساتھ قافلے کی صورت میں حضرت اقدس ائیر پورٹ کے لیے روانہ ہوئے وہاں پاسپورٹ اور ٹکٹ مل گئے۔ پاسپورٹ دیکھے تو مزید پریشانی کا باعث ثابت ہوئے۔ (پاسپورٹ بنانے کیلئے چونکہ پاسپورٹ فارم پر صرف الگ الگ دستخط اور نشان انگوٹھا حضرت اقدس اور ناچیز نے لگا کر دے دیئے تھے غلام عباس صاحب نے کہا تھا کہ کوائف سابقہ پاسپورٹ کو دیکھ کر ایجنٹ خود ہی تحریر کر دے گا اب فارم پُر کرنے والے نے حضرت اقدس کے جس فارم پر دستخط اور نشان انگوٹھا تھا اس پر ناچیز کا نام اور دیگر کوئف اور فوٹو چسپاں کر دیا تھا اسی طرح ناچیز کے دستخط اور نشان انگوٹھا والے فارم پر تمام کوائف اور تصویر حضرت اقدس کی چسپاں کر دی تھی چونکہ پہلے پاسپورٹ بنا کر ہمیں نہیں دکھائے گئے تھے بلکہ غلام عباس صاحب نے خود ہی وصول کر کے ویزہ کے لیے جمع کرا دیے تھے۔ اب صورت حال اس طرح تھی کہ پاسپورٹ پر فوٹو اور دیگر کوائف تو حضرت اقدس کے تھے لیکن فوٹو کے نیچے دستخط اور فنگر پرنٹ کے لیے نشان انگوٹھا اس ناچیز کا تھا، اسی طرح ناچیز کے پاسپورٹ پر فوٹو اور کوائف تو ناچیز کے ہی تھے لیکن دستخط اور فنگر پرنٹ والا ٹکڑا حضرت اقدس کا کاٹ کر چسپاں کیا گیا تھا۔ کسی سے تذکرہ کرنا بھی مناسب نہ تھا کیونکہ جہاز کی روانگی کا وقت بالکل قریب تھا اللہ تعالیٰ کے حضور ہی فریاد کی کہ یا اللہ اپنی خصوصی مدد اور نصرت فرما اور اس سلسلہ میں آسانی پیدا فرما اور کسی قسم کی قانونی پیچیدگی سے محفوظ فرما تاکہ کوئی رکاوٹ اس مقدس سفر میں حائل نہ ہو۔

حضرت اقدس کو وہیل چیئر پر بٹھا کر اجتماعی دعا کے بعد باقی احباب کے ساتھ اندر چلے گئے اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت سے تمام مراحل بخیریت طے ہو گئے اور ہم آخری لاؤنج میں پہنچ گئے۔ حضرت اقدس سہولت کے مدنظر حسب سابق احرام کے لیے تہبند کی چادر گھر سے ہی باندھ آئے تھے مسجد میں بڑی سہولت سے بیٹھ کر کرتہ اتارا اور احرام کی چادر اوڑھ لی باقی احباب نے بھی احرام باندھا پہلے نوافل ادا کر کے عمرہ کی نیت کی گئی بعد میں نماز عصر پڑھی گئی پھر جہاز پر سوار ہونے کے لیے روانہ ہوئے حسب سابق اس مرتبہ بھی حضرت اقدس کے برابر والی نشست جہاز کے دروازے کے ساتھ ناچیز کو دی گئی اور حسب ضرورت آپ کی خدمت انجام دینے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائی جدہ ائیر پورٹ پر اتر کر حسب سابق وہیل چیئر کے عملہ کے ہمراہ بغیر کسی دشواری اور انتظار کی زحمت سے بچتے ہوئے امیگریشن کے عملہ سے پاسپورٹ چیک ہو گئے اور دوسرے لاؤنج میں پہنچ کر حضرت اقدس نے نہایت آسانی اور سہولت سے وضو فرمایا اور نماز ادا فرمائی

جب باقی احباب امیگریشن سے فارغ ہوکر آ گئے تو اب کسٹم کے عملہ سے سامان چیک کرانے کا مرحلہ آیا۔لیکن یہاں بھی حضرت اقدس کی برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بہت آسانی پیدا فرمائی اور بہت جلد یہاں سے بھی فارغ ہوکر باہر آ گئے ۔مدینہ منورہ سے حضرت مولانا حافظ محمد مسعود صاحب تشریف لائے ہوئے تھے انھوں نے بھی عمرہ کے لیے احرم باندھا ہوا تھا اور بھی احباب جدہ سے تشریف لائے تھے وہاں سے ایک ویگن کرایہ پر حاصل کی گئی اور مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوگئے حسب سابق آدھی رات کا وقت تھا حضرت اقدس ذکر واذکار میں مشغول تھے اندھیرے میں آپ کے چہرے مبارک پر عجیب قسم کی چمک محسوس ہوتی تھی چونکہ ہر وقت اپنے مالک حقیقی سے رابے میں ہی رہتے تھے اسلیے آپ کا چہرہ مبارک انوارات الہیہ کے نزول کا مرکز بنا ہوا تھا۔

تہجد کی اذان سے قبل مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور گاڑی نے محلّہ مسفلہ میں اتارا وہاں کچھ دیر رہائش کی تلاش کے لیے حافظ مسعود صاحب اور دیگر ساتھی گئے ناچیز حضرت اقدس کو وہیل چئیر پر بٹھا کر سڑک کے کنارے ان کے انتظار میں رہا جلد ہی ایک عمارت میں چوتھی منزل پر کمرہ حاصل کر لیا گیا اس عمارت میں لفٹ کی سہولت تھی اور وہیل چئیر سہولت سے لفٹ کے اندر جا سکتی تھی کسی مشکل کا سامنا نہ تھا حضرت اقدس کو رہائش گاہ پر چھوڑ کر سب حرم شریف چلے گئے ۔(کمرہ تین بیڈ کا تھا ہم نے رہائش گاہ کے مالک کو کہہ کر دو بیڈ اٹھوا دیئے صرف حضرت اقدس کے لیے ایک بیڈ رکھا، باقی ساتھیوں نے فرش پر بستر لگا لیے ۔)

جمعۃ المبارک کا دن تھا۔عمرہ کے تمام اسفار میں بڑے اہتمام سے یہ کوشش کی جاتی کہ جمعرات کی شام کی نشستیں بک کرائی جایں تا کہ دوسرے دن جمعۃ المبارک کے دن عمرہ کی بھی اور نماز جمعہ حرم شریف میں پڑھنے کی بھی سعادت نصیب ہوجائے ۔حسب سابق ناچیز گناہ گار نے نماز فجر کے بعد عمرہ ادا کیا اور عمرہ کے ارکان سے فارغ ہوکر حسب سابق باب صفاء کے اوپر واقع دفتر سے وہیل چئیر کے حرم شریف میں داخلہ کے لیے اجازت نامہ حاصل کیا اور رہائش گاہ پر آ گیا ساتھیوں نے ناشتے کا انتظام کیا ہوا تھا (اس سفر میں پہلے اسفار کے شریک سفر محترم مولانا حافظ محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کمی نمایاں طور پر محسوس ہوئی ان کے ساتھ مستورات بھی ہوتی تھیں، کھانے سے متعلق ذمہ داری ان کے سپرد ہوتی تھی، اس وجہ سے ان کی کمی بھی خاصی محسوس ہوئی) ناشتہ کرنے کے کچھ دیر بعد حضرت اقدس نے وضو فرمایا اور عمرہ کی ادائیگی کے لیے وہیل چئیر پر تشریف فرما ہوکر سوئے حرم روانہ ہوئے ۔حسب سابق حضرت اقدس کو طواف کرانے کی سعادت حاصل ہوئی، ہر چکر کے اختتام پر حجر اسود کے سامنے وہیل چئیر کھڑی کر کے حضرت اقدس کو آگاہ کرتا اور آپ استلام فرمائے ،طواف کے بعد رکن یمانی اور حجر اسود کی درمیانی دیوار کے سامنے آپ نے طواف کے نفل ادا فرمائے ،نفل کے دوران آپ پر گریہ کی کیفیت طاری تھی ،سجدے میں تو آپ بہت زیادہ روتے رہتے جو آپ کے جسم کی حرکت سے نمایاں معلوم ہوتا تھا،نماز کا دورانیہ کافی طویل تھا۔نماز کے بعد دعا بھی کافی طویل مانگی

اوراس دوران ہچکی لگی رہی اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری تھیں۔ناچیز آپ کی پشت کی طرف کچھ فاصلہ پر بیٹھا ہوا تھا،لیکن جسم کی حرکت سے یہ سب آثار نمایاں معلوم ہوتے تھے۔جب دعا سے فارغ ہو چکے تو ناچیز خادم نے آب زم زم لا کر پیش کیا، آپ نے وہیں بیٹھے بیٹھے دو گلاس آب زم زم نوش فرمایا،اس کے بعد ناچیز سعی کے لیے وہیل چئیر صفا کی طرف لے گیا،سعی کے درمیان دو چکروں میں وہیل چئیر حافظ مسعود صاحب نے لے لی اور حضرت اقدس کو سعی کرانے کی سعادت حاصل کی۔سعی کے بعد مروہ کے باہر حجام سے دکان کے اندر وہیل چئیر لے جا کر حضرت اقدس کا حلق کرایا اس کے بعد آپ کو رہائش گاہ پر لے آیا۔

حافظ مسعود صاحب نے بتایا کہ مدینہ منورہ میں رہائش کا انتظام ہو گیا ہے ان کے دوست کا مکان جو کافی بڑا ہے مسجد نبوی ﷺ کے ''باب السلام'' کی طرف سے نکل کر جو نئی عمارات ہی ہیں ان سے گزر کر ''طریق ابوبکرؓ'' (ابوبکر صدیقؓ روڈ) پر یہ برلب سڑک مکان ہے۔مدینہ منورہ کا ''پاکستان ہاؤس'' وہاں سے قریب ہی ہے۔حافظ مسعود صاحب جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس مدینہ منورہ تشریف لے گئے، باقی ایام میں حضرت اقدس حسب معمول صبح تقریباً نو بجے کے قریب حرم شریف تشریف لے جاتے اور سابقہ مخصوص جگہ پر ہی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک وہاں اپنے معمولات میں مشغول رہتے، اس کے بعد رہائش گاہ پر ہی قیام فرما ہوتے۔پہلے کی نسبت ناچیز رہائش گاہ پر زیادہ وقت گزارتا تا کہ آپکو کسی چیز کی ضرورت ہو تو آپ کے لیے پریشانی کا باعث نہ بنے۔دیگر احباب کی بھی کوشش ہوتی کہ رہائش گاہ پر حضرت اقدس کی خدمت کے لیے حاضر رہیں، حضرت اقدس اپنے معمول کے مطابق دودھ سوڈا، چائے یا کسی اور چیز کا تقاضا ہوتا تو اس کے متعلق فرما دیتے، خادم آپ کی خدمت میں وہ پیش کر دیتا اس کے بعد آپ فرماتے کہ آپ طواف کر آئیں اس طرح وقفے وقفے سے رہائش گاہ اور حرم شریف آنا جانا لگا رہتا۔

ایک دن فجر کی نماز کے فوراً بعد باقی احباب غار ثور کی زیارت کے لیے چلے گئے واپس آ کر انہوں نے بتایا تو آپ بہت خوش ہوئے۔(جو بھی عمرہ یا حج کے سفر کے بعد پاکستان میں آپ کو ملنے آتا تو آپ سب سے پہلے اس سے دریافت فرماتے کہ غار ثور کی زیارت کی یا نہیں؟ اگر یہ کہا جائے کہ غارِ ثور کی زیارت کے بغیر واپس جانے سے یہ سفر نامکمل رہا تو بے جا نہ ہوگا۔ناچیز جب پہلی مرتبہ ۱۹۹۳ء میں عمرہ کے لیے حاضر ہوا تھا تو چکوال کے ساتھی محترم حاجی مقبول صاحب ناچیز کو کار میں مکہ مکرمہ کی زیارتوں کے لیے لے گئے اور آخر میں غار ثور پر جانے والے راستہ پر لا کر کار کھڑی کر کے اشارہ سے بتایا کہ وہ اوپر چوٹی پر غار ثور ہے۔ناچیز نے کار سے اتر کر کہا کہ اب آپ جائیں ناچیز غار ثور کی زیارت کر کے ہی آئے گا انہوں نے بہت کہا کہ آپ روزہ سے ہیں اور گرمی بھی بہت ہے،لیکن ناچیز نہ مانا، پھر انہوں نے کہا کہ کل میں آپ کو نماز فجر کے فوراً بعد یہاں چھوڑ جاؤں گا تا کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے آپ اوپر پہنچ جائیں اب تو کافی دیر سے سورج نکلا

ہوا ہے، لیکن ناچیز پر بھی عشق سوار تھا کہ بات نہ مانی اور غار ثور کی طرف چڑھنا شروع کر دیا۔ اس وقت کافی مشکل چڑھائی تھی، لیکن الحمدللہ باوجود روزہ ہونے کے پچاس منٹ میں ناچیز غار ثور کے اوپر پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ جس غار کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور جہاں اس کے محبوب اعظم ﷺ نے اپنے رفیق سفر افضل البشر بعد از انبیاء خلیفۂ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تین دن اور تین رات قیام فرمایا، وہاں اس ناچیز گناہ گار کو بھی حاضر ہونے کی سعادت بخشی وہاں بیٹھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قوت ایمانی اور جرأت اور بہادری کی طرف ذہن چلا گیا کہ آج صدیوں بعد بھی انسان اکیلا اوپر اتنی مشقت اور مشکلات سے آتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کو کندھوں پر اٹھا کر اس پُر خطر راستے میں رات کے اندھیروں میں آئے۔ یہ حضور اکرم ﷺ کا بہت بڑا معجزہ ہے ورنہ عقل تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ ناچیز اس وقت غار ثور پر بالکل تنہا بیٹھا تھا، غار کے اندر نوافل پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی اور تقریباً ایک گھنٹہ تک اس مقدس جگہ پر بیٹھا رہا۔ پھر نیچے کی طرف روانہ ہوا، اترتے ہوئے چونکہ اترائی ہے اس لیے الحمدللہ آدھے گھنٹہ میں نیچے پہنچ گیا۔

لیکن نیچے پہنچ کر عجب معاملہ ہوا کہ سڑک پر جس ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کروں وہ نہ رکے، کوئی بس بھی گزرتی معلوم نہ ہوئی، آخر دل میں تہیہ کیا کہ حرم شریف کی طرف پیدل روانہ ہوا جائے، راستے میں کوئی گاڑی مل گئی تو اس پر سوار ہو جاؤں گا۔ لیکن حرم شریف تک کوئی گاڑی نہ مل سکی اور ناچیز پیدل ہی حرم شریف پہنچ گیا، گرمی بہت زیادہ تھی اس وجہ سے تھکاوٹ بہت ہوگئی، کچھ دیر آرام کرنے کے بعد غسل کر کے ظہر کی نماز ادا کی تا کہ کچھ سکون مل جائے۔ لیکن تمام دن اس تھکاوٹ کا اثر رہا اس روز ناچیز کوئی طواف نہ کر سکا، جب روزہ افطار ہوا تو پھر آب زم زم پی کر اوسان بحال ہوئے۔ پاکستان جا کر حضرت اقدس کو یہ تمام واقعہ سنایا آپ بہت خوش ہوئے فرمایا: ہمت کرنی چاہیے آدمی ہمت سے کام لے تو کوئی کام مشکل نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس سفر میں آپ کو حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق ملی ہے، وہ بھی مکہ مکرمہ سے غار ثور تک پیدل تشریف لے گئے تھے۔ اس کے بعد جب ناچیز ۱۹۹۵ء میں حج کے لیے حرمین شریفین حاضر ہوا تو پھر بھی غار ثور کی زیارت کیلئے اوپر تک گیا تھا۔)

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ روانگی سے ایک دن قبل جب ناچیز حضرت اقدس کو حرم شریف حاضری کے بعد رہائش گاہ پر لا رہا تھا تقریباً ساڑھے دس بجے کا وقت تھا جب باب عبدالعزیز سے مسفلہ کی طرف جاتے ہوئے پل کے نیچے سے گزر رہے تھے، سامنے سے نذیر احمد درویش، برکت علی صاحب، محترم مولانا حافظ رشید احمد صاحب اور محمد عابد عمر صاحب آ رہے تھے، انہوں نے احرام باندھا ہوا تھا وہ حضرت اقدس سے ملے اور بتایا کہ ہمارا ارادہ مسجد عائشہؓ جا کر عمرہ کی نیت کر کے آ کر عمرہ کرنے کا ہے آپ نے خوشی

کا اظہار فرمایا اور حضرات اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

ناچیز آپ کو لے کر رہائش گاہ پر آیا۔ ناچیز نے سیب کاٹ کر کھانے کے لیے پیش کئے۔ اس کے بعد دودھ سوڈا بنا کر دیا، آپ نے دو گلاس نوش فرمائے، ناچیز نے تیسرا گلاس بھی پیش کیا، آپ نے فرمایا کہ: یہ آپ خود پی لیں۔ اس کے بعد چائے کے متعلق معلوم کیا کہ کب تک بنا دوں؟ آپ فرمانے لگے ابھی اس کی ضرورت نہیں۔ ناچیز دل میں خیال کر رہا تھا کہ ابھی فی الحال آپ کو کسی چیز کی ضرورت نہیں اس لیے میں کچھ وقت طواف کر لوں۔ ابھی اٹھنے کے متعلق سوچا ہی تھا کہ آپ نے بلایا: نثار صاحب! ناچیز متوجہ ہوا، پھر آپ نے فرمایا کہ آپ بھی مسجد عائشہؓ جائیں اور پھر آ کر عمرہ کریں۔ ناچیز نے عرض کی کہ اس میں کافی وقت صرف ہو گا، اس دوران میں آپ کو کسی چیز کی ضرورت محسوس ہوئی تو دقت ہو گی۔ آپ نے فرمایا: ہر چیز فریج میں پڑی ہوئی ہے اور ابھی مجھے کسی چیز کی طلب بھی نہیں ہے۔ ناچیز نے عرض کیا کہ باقی ساتھی آ جائیں تو پھر چلا جاؤں گا، لیکن آپ نے فرمایا کہ: اس انتظار کی بھی کوئی ضرورت نہیں، آپ ابھی چلے جائیں، آپ کے حکم کے بعد ناچیز نے بیگ سے احرام کی چادریں نکالیں اور وہیں باندھ کر مسجد عائشہؓ کے لیے روانہ ہو گیا (اتنی مرتبہ حضرت اقدس کی معیت میں ان مقدس اسفار میں یہاں حاضری کی اللہ تعالیٰ نے خصوصی توفیق مرحمت فرمائی، لیکن پہلے کبھی بھی حضرت اقدس نے ناچیز کو نہیں فرمایا کہ آپ مسجد عائشہؓ سے ہو کر عمرہ ادا کریں، حالانکہ دیگر رفقاء سفر اپنی اپنی جگہ مسجد عائشہؓ جاتے رہتے۔ لیکن ناچیز کو کبھی بھی آپ نے اس کے متعلق نہ فرمایا۔ لیکن اب ناچیز نے محسوس کیا کہ آپ نے تاکید سے فرمایا تھا اس لیے آپ کے حکم سے سرتابی کیسے ہو سکتی تھی)

ناچیز مسجد عائشہؓ حاضر ہوا وہیں غسل کیا مسجد میں نفل پڑھے عمرہ کی نیت کر کے واپس سوئے حرم روانہ ہوا، مسجد الحرام آ کر عمرہ کیا، سعی کے بعد فارغ ہو کر جب باب عبدالعزیز سے باہر نکلا تو سامنے دیگر احباب بھی عمرہ سے فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کے سر کے بال ریزر کے ذریعے صاف کر رہے تھے، ناچیز کو دیکھتے ہی کہنے لگے کہ آپ بھی عمرہ کرنے چلے گئے؟ ہماری واپسی کا انتظار کر لیا ہوتا! آپ حضرت اقدس کو اکیلا چھوڑ گئے؟ ناچیز نے تمام واقعہ تفصیل سے عرض کیا اور کہا کہ میرا ارادہ بالکل نہ تھا، معلوم نہیں حضرت اقدس کے ذہن میں کیا بات آئی کہ مجھے بڑی تاکید سے عمرہ کے لیے جانے کا فرمایا جس کا انکار میرے لیے ناممکن تھا۔ ساتھیوں نے ناچیز کے سر کے بال بھی صاف کئے اور ہم سب رہائش گاہ پر پہنچے حضرت اقدس کو بہت خوش محسوس کیا۔ ہمیں تو ان کی خوشی ہی مقصود تھی۔ اسی دن شام کو محترم بھائی نذیر احمد درویش صاحب نے اپنے ویزے کے مطابق حداء (وہ مقام جہاں صلح حدیبیہ ہوئی تھی) چلے گئے اور دوسرے دن، ہم اپنے پروگرام کے مطابق جدہ سے مدینہ منورہ بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہو گئے۔

مدینہ منورہ ائیر پورٹ پر حافظ مسعود صاحب گاڑیوں کے انتظام کے ساتھ موجود تھے، وہاں سے

سیدھے رہائش گاہ پر پہنچے، رہائش گاہ حرم نبوی ﷺ سے قدرے فاصلہ پر تھی، لیکن چونکہ حضرت اقدس حاضری کے لیے وہیل چیئر پر تشریف لے جاتے تھے اس لیے باعثِ دِقت اور پریشانی نہ تھی، کمرے بھی نہایت کشادہ تھے، الگ الگ بیڈ لگے ہوئے تھے۔ لیکن طہارت خانے کچھ دور تھے۔

دوسرے دن بعد حضرت اقدس نے حافظ مسعود صاحب سے فرمایا کہ: یہاں اور تو کوئی مسئلہ نہیں صرف بیت الخلاء کافی فاصلہ پر ہے یہ میرے لئے باعث تکلیف ہے، اس لیے کسی اور جگہ رہائش کا انتظام کریں! اس سے اگلے روز محلّہ سمانیہ میں سابقہ رہائش سے تھوڑا آگے ایک دکان میں زمینی منزل میں ایک کمرہ مل گیا جس میں تین بیڈ لگے ہوئے تھے، ہم نے ایک بیڈ حضرت اقدس کے لیے رہنے دیا باقی اٹھوا دیئے، احباب نے فرش پر بستر بچھا لئے، باہر سے وہیل چیئر سہولت سے اس کمرہ تک آ جاتی تھی، یہاں حضرت اقدس کے لیے نہایت آسانی ہوگئی۔

حضرت اقدس کو بڑھاپے کی وجہ سے ضعف بہت زیادہ ہوگیا تھا جب آپ حرم نبوی ﷺ میں حاضری کے لیے تشریف لے جاتے اور باب بقیع پر ناچیز آپ کے پاؤں سے جوتے اتارتا اور واپسی کے وقت سے آگاہ فرماتے وہیل چیئر سے اتر کر پیدل بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری کے لیے تشریف لے جاتے تو جتنی تکلیف اور مشقت کا آپ کو سامنا ہوتا دیکھ کر ناچیز کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے (ذرا یہ منظر چشم تصور میں لائیں کہ کمر بالکل جھک گئی تھی دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑ کر گویا سہارا لے رہے ہیں اور اسی حالت میں پیدل چل رہے ہیں دور سے یوں معلوم ہوتا ہے جس طرح کوئی حالت رکوع میں ہو تو آپ کو بھی حضرت اقدس کی تکلیف اور مشقت کا بخوبی احساس ہو جائے گا) لیکن آپ کا یہی حکم تھا کہ صرف باب بقیع تک وہیل چیئر پر آنا گوارا تھا اس سے آگے رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل کا عملی مظاہرہ فرماتے، ناچیز خادم بے بس تھا اس حالت کو دیکھ کر دل میں کڑھتا رہتا، پہلے دن جب آپ اس حالت میں اندر حاضری کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔

ہر ایک حیرت سے آپ کی طرف ہی دیکھ رہا تھا کہ وہیل چیئر بھی موجود ہے خادم بھی ہمراہ ہے اور بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے چلنا بھی نہایت مشکل ہے پھر کیوں پیدل جا رہے ہیں؟ شرعی طور پر بھی اتنی معذوری میں اجازت ہے کہ وہیل چیئر پر بیٹھ کر چلا جائے۔ دروازے پر موجود سعودی عملہ نے بھی حضرت اقدس کی یہ حالت دیکھ کر انھوں نے ایک پاکستانی ملازم کو بطور ترجمان بلا کر ناچیز خادم کو کہا کہ آپ کی وہیل چیئر ذاتی ہے لیکن ہم آپ کو اجازت دیتے ہیں کہا آپ ان بزرگوں کو وہیل چیئر پر بٹھا کر ہی حاضری کے لیے روضہ مبارک کے سامنے لے جایا کریں، ناچیز نے سیکورٹی عملہ کی بات سمجھ لی لیکن انہیں کوئی جواب نہ دیا، دوسرے دن جب حسب معمول حضرت اقدس باب بقیع سے پیدل بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری کے لیے کافی تکلیف دہ صورت میں تشریف لے جا رہے تھے تو عملہ کے افراد نے پھر ناچیز کو بلایا اور اسی ملازم کو بھی

بطور ترجمان بلا لیا، انہوں نے پاکستانی ملازم کے ذریعہ ناچیز کو کہا ہم نے آپ کو کل کہا تھا کہ آپ ان بزرگوں کو وہیل چیئر پر لے جا کر حاضری کے لیے جایا کریں، لیکن کیا آپ نے ہماری بات سمجھی نہیں؟ کہ آج پھر یہ بزرگ کتنی تکلیف دہ حالت میں پیدل جا رہے ہیں؟ ناچیز نے عرض کی میں آپ کی بات بالکل سمجھ گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ پھر آپ نے انہیں دروازہ پر کیوں اُتار دیا؟ ناچیز نے عرض کی بات اجازت نامہ کی نہیں اگر وہ چاہیں تو خصوصی اجازت نامے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں، لیکن جو بات اس ناچیز کے ذہن میں ہے وہ یہ ہے کہ یہ ہستی جسے آپ اس مشقت کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں یہ کوئی معمولی ہستی نہیں ہے، ان کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کا جو احترام اور ادب ہے اس کے تحت شاید وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری کے وقت کسی قسم کا سہارا لینا بھی خلاف ادب خیال فرماتے ہیں، اسی لیے اپنے آپ کو اتنی مشقت میں ڈالنا تو منظور ہے لیکن دروازہ سے آگے وہیل چیئر پر بیٹھنا یا کسی قسم کا سہارا لینا گوارا نہیں فرماتے۔ گو کہ شرعی طور پر اس کی اجازت ہے لیکن اسی ہستی کی زندگی سے آپ ناواقف ہیں انہوں نے عام حالات میں بھی رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل پیرا ہو کر اپنے اسلاف کی سنت کو تازہ فرمایا ہے، اب یہاں بھی شاید یہی ادب کا تقاضا ان کے ملحوظ نظر ہو جس وجہ سے اتنی تکلیف تو گوارا فرما رہے ہیں، لیکن اپنے محبوب کے حضور پیش ہونے کے لیے سہارا کو گوارا نہیں فرماتے۔ ناچیز کی یہ وضاحت سن کر سیکورٹی عملہ بہت حیران ہوا۔

حضرت کو دھکا لگنے کا واقعہ......اور......ناچیز کا خیال

ایک دن جب ناچیز حضرت اقدس کو حاضری کے لیے اتار کر حسب معمول خود ریاض الجنۃ میں آ کر بیٹھ گیا، بعد میں معلوم ہوا کہ حافظ رشید احمد صاحب اور عابد عمر صاحب، حضرت اقدس کے قریب جا کر بیٹھ گئے اور آپ کو اپنے معمولات میں مصروف دیکھتے رہے، اُن کا کہنا ہے کہ جب حضرت اقدس مواجہہ شریف کے سامنے کھڑے تھے تو انھیں بہت زوردار دھکا لگا اور وہ گرنے لگے، ہم نے آگے بڑھ کر آپ کو تھام لیا اور آپ گرنے سے بچ گئے۔ یہ تو اُن کا خیال تھا لیکن ناچیز کے خیال کے مطابق آج تک اس قسم کا واقعہ پیش نہیں آیا، رمضان المبارک میں رش بہت زیادہ ہوتا ہے اس وقت بھی آپ حاضری کے لیے اکیلے ہی ہوتے، جس ہستی کا اتنا ادب آپ کے ملحوظ نظر تھا وہ ہستی محبوب خدا ہے، ناچیز کے خیال میں آپ کی حفاظت بھی اسی ہستی کے ادب کی وجہ سے خدا تعالیٰ فرماتے رہے، یا اسی لیے آج تک ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ آج یہ احباب حضرت اقدس کی اجازت کے بغیر ان کے معمولات کا مشاہدہ کرنے کی غرض سے گئے تھے تو یہ واقعہ پیش آیا۔ تو گویا یہ ان احباب کے لیے بطور تنبیہ ہو سکتا ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت اقدس کے معمولات مدینہ منورہ میں حسب سابق ہی رہے، واپسی کے دن قریب آئے تو برکت علی صاحب نے کہا کہ میرا ارادہ مزید کچھ دن یہاں ٹھہرنے کا ہے، حضرت اقدس نے اجازت دے

دی، حافظ رشید احمد صاحب اور عابد عمر صاحب نے پاکستان میں ہی اپنی واپسی کے لیے نشستیں لاہور کے لے بک کروالی تھیں، اب ان کی خواہش تھی کہ واپسی کے لیے حضرت اقدس کے ساتھ اسلام آباد کے لیے بکنگ ہو جائے، لیکن کچھ رکاوٹ پیش آئی جس وجہ سے ان کی خواہش پوری نہ ہوسکی۔

حسب سابق روانگی سے قبل رات کو بارہ بجے کے بعد ہی حضرت اقدس اور ناچیز کا سامان ائیر پورٹ پر جمع کرا کر بورڈنگ کارڈ حاصل کر لیے گئے اور صبح تقریباً چار بجے کی پرواز سے مدینہ منورہ سے جدہ کے لیے روانہ ہوئے، ہوائی جہاز ائیر پورٹ سے پرواز کرنے کے بعد دو چکر مدینہ منورہ کی فضاؤں میں لگاتا ہے، لیکن اس کی پرواز اطراف مدینہ میں ہوتی ہے مدینہ منورہ شہر کے اوپر پرواز نہیں کرتا، رات کو جب کہ مدینہ منورہ روشنیوں میں نہایا ہوتا ہے دور سے فضاء میں مسجد نبوی ﷺ اور خصوصاً گنبد خضریٰ نہایت دلکش منظر ہوتا ہے، ایک طرف تو اس نظارے کی جاذبیت ہوتی ہے، دوسری طرف اس مقدس شہر اور گنبد خضریٰ سے جدائی کا خیال جان لیوا لمحات سے کم نہیں ہوتا، انسان کا تو دل کرتا ہے کہ اس مقدس شہر کی گلیاں ہوں مسجد نبوی ﷺ ہو اور گنبد خضریٰ کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں ہو اور اسی حال میں زندگی کی شام ہو جائے۔

نہ چاہتے ہوئے بھی واپسی کا سفر کرنا پڑتا ہے، جدہ ائیر پورٹ پر احباب، زیارت و ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے، فجر کی نماز وہاں پڑھی، احباب نے ناشتہ کا اہتمام کیا ہوا تھا، کچھ دیر احباب کے ساتھ گفت و شنید کے بعد حضرت اقدس کو وہیل چیئر پر بٹھا کر خادم اسلام آباد روانگی کے لیے لاؤنج میں آ گیا، حافظ رشید احمد صاحب اور عابد عمر صاحب ابھی جدہ میں ہی تھے ابھی ان کے جہاز کی روانگی کا وقت نہیں ہوا تھا، اس لیے واپسی پر خادم اکیلا حضرت اقدس کے ساتھ اسلام آباد کے لیے ہوائی جہاز پر سوار ہو گیا۔ اسلام آباد ائیر پورٹ پر حسب سابق کافی تعداد میں خدام اپنے محبوب و قائد و پیر و مرشد کے استقبال کے لیے آئے ہوئے تھے، جلوس کی شکل میں چکوال روانہ ہوئے۔ اس طرح یہ مقدس سفر اختتام کو پہنچا۔

اس سے قبل حضرت اقدس ہر تقریر میں جب حرمین شریفین کا تذکرہ فرماتے تو فرماتے کہ دعا کریں کہ: اللہ مجھے پھر وہاں کی زیارت نصیب فرمائے اور آپ کو بھی وہاں لے جائے۔ لیکن عمرہ کے اس سفر کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے کہ: اللہ میری وہاں حاضری قبول فرمائے اور آپ کو بھی وہاں لے جائے۔ (اسی فرمان کا مطلب بعد میں سمجھ میں آیا جب آپ پھر حرمین شریفین تشریف نہ لے جاسکے۔)

سفر حرمین کے لیے احباب کا اصرار......اور......آپ کا جواب

آئندہ سال پھر بعض احباب نے حضرت اقدس کو عمرہ پر تشریف لے جانے کے لیے عرض کیا بلکہ کئی ذرائع سے آپ کو کہلوایا گیا، لیکن آپ فرماتے تھے کہ میں اب معذور ہوں، لوگ یہی سمجھتے کہ آپ کو جسمانی عوارض ہیں، لیکن ناچیز کے ناقص خیال میں جو وجہ ہے وہ یہ کہ حضرت اقدس کو صحت کے حوالہ سے

عوارض تو کافی عرصہ سے تھے، ان میں کوئی نمایاں تبدیلی بھی نہیں آئی تھی، اصل وجہ یہ تھی کہ اب حضرت اقدس میں تھوڑا بہت پیدل چل سکنے کی سکت بھی نہ رہی تھی، وہی اپنے محبوب ﷺ کے حضور حاضری کے لیے رکاوٹ تھی۔ جب تک ہوسکا آپ کافی مشقت اور تکلیف برداشت کرتے ہوئے پیدل بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوکر کافی دیر کھڑے ہوکر راز ونیاز میں مشغول رہتے، آپ کے پیدل حاضری کے لیے تشریف لے جانے والا منظر (خصوصی طور پر آخری عمرہ ۲۰۰۰ء والا) جو آدمی دیکھتا حیرت سے دیکھتا ہی رہ جاتا اور حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتا، لیکن اس کی حقیقت کون جان سکتا تھا؟ یہ تو عشق کی منازل تھیں جن سے کوئی صاحب دل ہی آگاہ ہوسکتا ہے، ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ اور اب حضرت اقدس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ حسب سابق اپنے محبوب ﷺ کے دربار میں حسب ذوق یا ادب حاضر ہوسکیں، اس لیے فرماتے کہ: میں معذور ہوں (واللہ اعلم) وگرنہ اس کے بعد بھی کافی عرصہ تک تبلیغی اسفار کرتے رہے، ان میں کوئی کمی نہ آئی، جہاں خدام آپ کو کرسی پر بٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا کر لے جاتے تھے۔

حرمین شریفین کا یہ سفر آپ کا آخری سفر ثابت ہوا، اس کے بعد آپ حرمین شریفین تشریف نہ لے جاسکے۔ اب خیال آتا ہے تو کئی باتیں ذہن میں آتی ہیں، حضرت اقدس کی معیت میں کئی بار اللہ تعالیٰ نے حرمین شریفین حاضری کی سعادت سے سرفراز فرمایا، ان اسفار میں رفقاء سفر، مکہ مکرمہ قیام کے دوران عمرہ کی ادائیگی کے لیے مسجد عائشہؓ جاتے اور اس کا تذکرہ بھی حضرت اقدس کے سامنے ہوتا تھا، لیکن کبھی بھی آپ نے ناچیز کو نہ فرمایا کہ آپ بھی مسجد عائشہؓ سے جا کر عمرہ ادا کرلیں، لیکن اس آخری مقدس سفر میں جب مکہ مکرمہ میں قیام کا آخری دن تھا اور دیگر رفقاء آپ کو بتا کر عمرہ کے لیے مسجد عائشہؓ چلے گئے، تو کافی دیر بعد آپ نے ناچیز خادم کو از خود فرمایا کے آپ بھی مسجد عائشہؓ جا کر عمرہ ادا کرلیں، حالانکہ آپ کے پاس کوئی بھی نہ تھا، آپ بالکل اکیلے تھے، لیکن ناچیز کی تاویل پر آپ نے تاکید سے حکم فرمایا کہ آپ بھی ضرور جائیں، گویا آپ زبان حال سے فرمارہے تھے۔

آج موقع ہے پی لو، کل خدا جانے　　　میخانہ اٹھ جائے یا مہرباں ساقی نہ ہو

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت اور خاص رحمت ناچیز پر ہوئی، حضرت اقدس کی معیت میں اس مقدس سفر میں آپ کے خصوصی حکم سے مسجد عائشہؓ سے ہوکر عمرہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور ذریعہ نجات بنائیں (آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ)

نوٹ: مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں جہاں رہائش کا تذکرہ کیا گیا ہے سعودی حکومت کے توسیعی منصوبہ کی وجہ سے تقریباً تمام رہائش گاہیں گرادی گئی ہیں۔ (جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ مئی ۲۰۰۹ء)

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

زبیر علی زئی کا تعاقب

(.....قسط 7.....)

ماہنامہ ''الحدیث'' شمارہ 90 میں شائع شدہ ایک مضمون کا جواب

امام شافعی کے مجتہد ہونے پر اجماع ہے[48]، جبکہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں آل بریلی[49] وآل دیوبند[50] کے ''حجۃ الاسلام'' ابوحامد محمد بن محمد الغزالی[51] (م ۵۰۵ھ) نے لکھا ہے: ''واما ابو حنیفة فلم یکن مجتهدا لانه کان لایعرف اللغة......وکان لایعرف الاحادیث'' الخ اور ابوحنیفہ تو مجتہد[52] نہیں تھے کیونکہ وہ لغت[53] نہیں جانتے تھے......اور وہ احادیث نہیں[54] جانتے تھے۔ (المنخول من تعلیقات الاصول ص:۵۸۱ طبع بیروت وشام)

۴۸

آپ کے شیخ الشیخ ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

''بہت سے اہلحدیث ایسے ہیں جو اجماع کے قائل نہیں'' (اہلحدیث امرتسر ۱۱ جون ۱۹۱۵ء)

تو ان کی تسلی کیسے ہوگی؟ اگلے صفحات (حاشیہ نمبر ۸۷) میں ہم علی زئی صاحب کی زبانی نقل کریں گے کہ فلاں اور فلاں مسائل اجماعی ہیں۔۔۔مگر ان پر آل غیر مقلدیت کا عمل نہیں۔

۴۹

علی زئی صاحب نے بریلویوں کو ''غیر مقلد'' قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''رضا خانی بریلوی۔۔۔یہ لوگ حنفی مذہب سے بغاوت کر کے عقائد میں غیر مقلد بن جاتے ہیں''۔ (علمی مقالات جلد۴ صفحہ ۴۰۶)

جب علی زئی صاحب کے ہاں بریلوی ''غیر مقلد'' ہیں تو ان کے ''حجۃ الاسلام'' یعنی امام غزالی غیر مقلدین کے ''حجۃ الاسلام'' ہوئے نا؟

بریلوی اپنی رسومات میں فقہ حنفی کے تابع ہیں یا اس سے برگشتہ؟ اس کے لیے اسماعیل سلفی صاحب کی کتاب تحریک آزادی فکر صفحہ ۲۷۱۔۔۔اور ثناء اللہ امرتسری صاحب کی کتابیں فتاوٰی ثنائیہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۷۔ رسائل ثنائیہ صفحہ ۴۴۳۔ تحریک وہابیت پر ایک نظر صفحہ ۳ وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

۵۰

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''ہر بات باحوالہ پیش کرنا ماہنامہ الحدیث کا امتیاز ہے'' (علمی مقالات جلد۲ صفحہ ۱۱۲)

یہاں غزالی کو دیوبندیوں کا ''حجۃ الاسلام'' قرار دیا مگر اس پر کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اس کے بالمقابل ہم غزالی کے متعلق جو عرض کر رہے ہیں اس پر آل غیر مقلدیت کے حوالے پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ

غزالی کا شمار صوفیاء میں ہے۔ (ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر ۹۲ صفحہ ۴۳) اور آل غیر مقلدیت نے کہا ہے کہ صوفیاء کرام تارک تقلید ہیں۔ (مقالات شاغف صفحہ ۲۶۵۔ ابقاء المنن صفحہ ۲۰۱۔ فتاوی ثنائیہ مدنیہ، جلد ا صفحہ ۵۰۶۔ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۹۰۔ التاج المکلل صفحہ ۳۲۷) مزید دیکھئے حاشیہ نمبر ۶۴۔

علی زئی صاحب کے استاد بدیع الدین راشدی صاحب لکھتے ہیں:

''چوتھی صدی کے بعد بھی کئی ایسے گزرے ہیں جو کسی کے مقلد نہیں تھے مثلاً امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ'' (تنقید سدید صفحہ ۳۰۲)

دوسری جگہ غزالی کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس نے سارے مسالک سے رجوع کر کے مسلک اہلحدیث اختیار کیا''۔ (تنقید سدید صفحہ ۳۳۹)

آل غیر مقلدیت کے پرچہ ''الاعتصام'' میں لکھا ہے:

''امام غزالیؒ اپنے فکر و فلسفہ اور زہد و تصوف کی بناء پر تاریخ اسلام کی ایک ممتاز ترین شخصیت ہیں''۔ (الاعتصام: اشاعت خاص، بیاد بھوجیانی صفحہ ۳۲۸)

غیر مقلدین کی کتاب ''نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری'' میں لکھا ہے:

''امام غزالی رحمہ اللہ جیسے عارفین اسلام'' (صفحہ ۱۸۱)

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں:

صوفیہ صافیہ میں سے کوئی شخص کسی خاص مذہب کا مقلد نہ تھا۔۔۔ احیاء العلوم اور فتوحات مکیہ کو دیکھو کہ ان میں تقلید اختیار کرنے سے کس قدر تحذیر (ڈرانا) اور اتباع اختیار کرنے پر کس قدر تحریض (ابھارنا، برانگیختہ کرنا) ہے'' (ابقاء المنن صفحہ ۲۰۱)

نواب صاحب کی تصریح کے مطابق غزالی کی کتاب احیاء العلوم رد تقلید والی ہے، اگلی بات الاعتصام کی زبانی پڑھیے:

''ان کی احیاء علوم الدین جس کی بناء پر انہیں ''حجۃ الاسلام'' قرار دیا گیا'' (الاعتصام: اشاعت

خاص، بیادبھوجیانی صفحہ ۳۲۸)

غزالی کو جب ردتقلید والی کتاب کی وجہ سے ''حجۃ الاسلام'' کہا گیا ہے تو وہ مقلدین کے ''حجۃ الاسلام'' ہوئے یا آل غیر مقلدیت کے؟

میر محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ'' (تاریخ اہلحدیث، ص:۱۳۹)

غزالی کے علوم کو پھیلانے کے لیے حنیف ندوی غیر مقلد نے تین کتابیں۔ ا۔افکار غزالی ۔۲۔تعلیمات غزالی ۔۳۔سرگزشت غزالی، لکھی ہیں۔(ارمغان حنیف، ص:۴۰۔قافلہ حدیث صفحہ ۳۳۴)

اس کے بالمقابل کچھ غیر مقلدین غزالی کے عقائد کو کفریہ کہتے ہیں ان میں سے ایک عطاء اللہ ڈیروی ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''علماء اسلام نے امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم کو جلا دیا اور اس کے اوپر کفر کا فتوی لگایا گیا، امام غزالی کی کتاب جلانے کے فتوی دینے والے قاضی عیاض اور امام ابن رشد جیسے علماء وفقہا تھے''۔

(تباہ کن عقیدہ صوفیت صفحہ ۱۹۰)

حاصل یہ کہ غیر مقلدین کے ایک گروہ کے نزدیک غزالی تارک تقلید اہلحدیث تھے اور بعض کے نزدیک کفریہ عقیدہ کے حامل۔

پہلے گروہ کی بات تسلیم کرلیں تو عرض ہے کہ غزالی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مجتہد نہ ہونے پر کوئی حوالہ نہیں دیا اور علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''مخالف کی بے حوالہ وسنی سنائی جرح مردود ہوتی ہے'' (ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر ۹۰ صفحہ ۲۴)

اور اگر دوسرے گروہ کی بات مدنظر رکھیں تو کیا ایسے (کفریہ عقیدہ والے) شخص کی گواہی معتبر ہے؟

اگر زبیر صاحب کہیں کہ ہم نے بطور الزام ان کا حوالہ دیا تو عرض یہ ہے کہ آپ انہیں دیوبندیوں کا حجۃ الاسلام ثابت کرتے تب یہ حوالہ صرف الزامی ہوتا، مگر اس سے یہ لازمی نہیں آئے گا کہ ان کی ہر بات درست ہے غزالی کی بات ''ابوحنیفہ تو مجتہد نہیں وغیرہ'' کے غلط ہونے پر خود آل غیر مقلدیت کی بہت سی تصریحات ہیں جو آگے حاشیہ نمبر ۵۲ میں مذکور ہوں گی ان شاء اللہ۔

مطیع اللہ سلفی صاحب لکھتے ہیں:

''حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ'' (الاعتصام: اشاعت خاص، بیادبھوجیانی صفحہ ۷۹۹)

عبدالرؤف خان رحمانی جھنڈانگری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ'' (نصرۃ الباری، ص:۹۶)

زبیر علی زئی کے شیخ الاسلام اور استاذ محترم عطاء اللہ حنیف غیر مقلد نے لکھا:

''حجۃ الاسلام الشاہ ولی اللہ'' (الاعتصام، اشاعت خاص، ص:۸۰۱)

سلفی صاحب، رحمانی صاحب اور عطاء اللہ حنیف نے حضرت شاہ صاحب کو ''حجۃ الاسلام'' تسلیم کیا ہے تو کیا وہ ان کی تمام باتوں خصوصاً وجوب تقلید کو صحیح سمجھتے ہیں؟

اسی طرح خود زبیر علی زئی صاحب نے لکھا:

''شیخ الاسلام، حجۃ الاسلام......محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ'' (فاتحہ خلف الامام، ص:۱۱)

علی زئی صاحب! کیا آپ گوندلوی صاحب کی کتب میں تحریر شدہ ان کی سب باتوں کو صحیح سمجھتے ہیں؟

۵۱

غزالی نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں متعدد موضوع روایات درج کی ہیں۔

علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ موضوع روایات سے استدلال کرنے والا کذب بیانی کو فروغ دینے والا ہے۔ (توضیح الاحکام جلد۲ صفحہ ۳۷۹) دیکھئے حاشیہ نمبر۱ عنوان مجہول کی روایت کا حکم۔

اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

''امام ابوبکر محمد بن الولید بن خلف الطرطوشی الاندلسی المالکی الفقیہ رحمہ اللہ (متوفی ۵۲۰ھ) نے غزالی کی کتاب احیاء علوم الدین کے بارے میں فرمایا: پھر اس نے اپنی کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ سے بھر دیا، پس روئے زمین پر مجھے ایسی کوئی کتاب معلوم نہیں جس میں رسول پر اس کتاب سے زیادہ جھوٹ بولا گیا ہو'' (علمی مقالات، ج:۵، ص:۳۰۵)

علی زئی صاحب! آپ کے مذکورہ قاعدہ اور نقل کردہ عبارت کی رو سے غزالی کس درجہ کے ثقہ راوی شمار ہوں گے؟

اگر آپ ان کے حوالہ کو الزامی بنانا چاہتے ہیں تو حاشیہ نمبر ۵۰ میں عرض کیا جا چکا ہے کہ آپ اس کے الزامی ہونے پر ثبوت پیش نہیں کر سکے اور اگر ثابت کر بھی دیں تو یہ ان کی مذکورہ بات کے صحیح ہونے کو مستلزم نہیں ہوگا۔

ابن طولون نامی کسی شخص نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے متعلق کچھ باتیں کہیں اس پر علی زئی صاحب نے یوں تبصرہ کیا:

''۱۵۲ سال بعد میں پیدا ہو جانے والے ابن طولون کو ان الزامات کے بارے میں کیا خواب آ گیا

تھا یا وحی شیطانی سے فائدہ اٹھایا تھا؟ ایسی منقطع و بے سند نقل کے بل بوتے پر شیخ الاسلام پر حملہ کر رہے ہیں جو کہ بقول ملا علی قاری: اس امت کے ولی تھے'' (ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر ۹۰)

صفحہ ۲۶ پر یہ تبصرہ کر رہے ہیں مگر اسی رسالہ میں صفحہ ۳۰ پر غزالی کی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں نقل کر رہے ہیں حالانکہ غزالی نے بھی کوئی سند پیش نہیں کی اور وہ امام صاحب سے قریباً ۳ صدیاں بعد پیدا ہوئے اور امام صاحب بھی بہ اعتراف آل غیر مقلدیت امت کے برگزیدہ اور ولی شخص ہیں۔ دیکھیے حاشیہ نمبر ۵۲۔ یہ کیسا انصاف ہے کہ کوئی بات بغیر سند و حوالہ کے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہو تو ''وحی شیطانی'' قرار پائے اور اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق ہو تو الحدیث کی زینت بنے؟

۵۲

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مجتہد تھے:

امام غزالی کے اس کلام کی حقیقت حاشیہ نمبر ۵۰۔ ۵۱ میں بیان ہو چکی ہے، ہم یہاں فریق مخالف کی ایسی چند عبارات پیش کرتے ہیں جن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو واشگاف الفاظ میں ''مجتہد'' تسلیم کیا ہے۔

آل غیر مقلدیت کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی، امام صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

''ان کا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور پرہیزگار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں اور آیت کریمہ ان اکر مکم عندالله اتقکم ، زینت بخش ان کی کے ہے'' (معیار الحق صفحہ ۲۹)

میاں صاحب ہی لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ مجتہد مطلق بلا ریب ہیں'' (فتاوی نذیریہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۷)

ثناءاللہ امرتسری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''ائمہ مجتہدین خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے کہ۔۔۔۔''

(اہلحدیث کا مذہب مشمولہ رسائل ثنائیہ صفحہ ۶۱)

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد فرماتے ہیں:

''امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ کو ائمہ اربعہ اجتہاد میں شرف تقدم حاصل ہے''

(مآثر صدیقی صفحہ ۶ جلد ۴)

نواب صاحب مزید فرماتے ہیں:

''یہ حسن عقیدت اور ارادت صرف امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جو تمام مجتہدین میں علم و فضل و عمل کے لحاظ سے اول درجہ رکھتے ہیں'' (مآثر صدیقی جلد ۴ صفحہ ۷)

امام اہلحدیث وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہؒ اتنے بڑے مجتہد'' (رفع العجاجہ جلد ۱ صفحہ ۴۳۷)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہؒ۔۔۔۔وہ بڑے امام اور مجتہد'' (رفع العجاجہ جلد ۱، ص ۴۳۷)

وحید الزمان صاحب یہ بھی لکھتے ہیں:

''امام اعظم۔۔۔۔وہ تو سب مجتہدوں سے زیادہ حدیث کے پیرو تھے''

(لغات الحدیث جلد ۱ صفحہ ۱۳۶ مادہ: ج ہ)

انہوں نے یہ بھی لکھا ہے:

''ابوحنیفہ: مشہور مجتہد ہیں ان کے اجتہاد پر عمل کرنے والوں کو ''حنفی'' کہتے ہیں''

(لغات الحدیث جلد ۱ صفحہ ۱۵۲ کتاب: ح)

بدیع الدین راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''علامہ عبید اللہ سندھی نے شاہ ولی اللہ کو اجتہاد میں امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے ہم پلہ اور ان کی طرح مستقل مجتہد قرار دیا ہے'' (تنقید سدید صفحہ ۲۸۸)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''آپ تحصیل علم کی طرف مائل ہو گئے، حافظہ کمال کا تھا، طبعیت علم کو ایسے جذب کرتی گئی جیسے آگ پانی کو۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا کی توفیق اور اس کا فضل آپ کے شامل حال تھا اس کو منظور تھا کہ انہیں دنیا میں علم کا ایک خاص مرتبہ عطا کرے، زمانہ کا مجتہد بنائے'' (سبیل الرسول صفحہ ۲۷۶)

سلطان محمود جلالپوری غیر مقلد نے فرمایا:

''ائمہ اربعہ امت مسلمہ کے اکابر اور رجال عظیم ہیں ساری امت ان کی اجتہادی کاوشوں سے متمتع ہوئی ہے وہ ہم سب کے استاد ہیں خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اجتہادات کا ایک بڑا حصہ برصغیر کے عاملین بالحدیث نے قبول کر رکھا ہے'' (مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری صفحہ ۲۸)

حنیف ندوی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''یہ حقیقت بہر حال مسلمہ ہے کہ ان کے ارشد تلامذہ نے اپنی کتابوں میں فقہ حنفی کے نام سے جو فروع و اصول کا تذکرہ کیا ہے ان کی تعیین و تنقیح میں بڑی حد تک حضرت امام ہی کی مجتہدانہ کوششوں کو دخل ہے'' (الاعتصام ۹ فروری ۱۹۶۲ء صفحہ ۲)

میر محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد، حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ:

''دوسرے موقع پر امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام بخاریؒ، امام ابوداودؒ، امام دارمیؒ وغیرہ ائمہ اہل سنت کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے شاگردوں امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ اور امام حسن بن زیادؒ لولوئی کا ذکر بھی ان کے ساتھ ہی کر کے سب کے علم وفضل اور اجتہاد کی تعریف کرتے ہیں''

(تاریخ اہلحدیث صفحہ ۷۸)

اسماعیل سلفی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مذاہب اربعہ کے مجتہدین، اہلحدیث کے بھی امام اور مجتہد ہیں'' (تحریک آزادی فکر صفحہ ۴۹۰)

ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''ائمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مجتہد ہونا مسلم ہے''

(مقالات اثری جلد ۱ صفحہ ۸۸)

اثری صاحب ہی لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ، وغیرہ رحمہم اللہ بھی مجتہد تھے''

(اسباب اختلاف الفقہاء صفحہ ۱۰۲)

داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

''ہم امام (ابوحنیفہ) صاحب کو مسلمان، پرہیز گار، متقی، اللہ کو یاد کرنے والا، قرآن کا خادم، حدیث رسول کا فدائی، اسلام کا محسن، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام تصور کرتے ہیں اور ان کے بعض اجتہادات کو دیگر ائمہ کی بہ نسبت ترجیح دیتے ہیں لیکن انہیں معصوم تسلیم نہیں کرتے'' (دین الحق جلد ۱ صفحہ ۵۱۷)

اب خود زبیر علی زئی صاحب کی عبارت پڑھیں۔ ان کے سامنے ائمہ اربعہ کا تذکرہ آیا تو فرمایا:

''ان چاروں اماموں کے علاوہ اور بھی بے شمار اماموں وعلماء کا مجتہد ہونا اجماع امت اور آثار سلف سے ثابت ہوتا ہے'' (دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۶۳)

ان کے علاوہ غیر مقلدین کی درج ذیل کتابوں میں امام ابوحنیفہ نعمان علیہ الرحمۃ والرضوان کو ''مجتہد'' تسلیم کیا گیا ہے۔ (الحیات بعد الممات صفحہ ۵۹۳۔ مکالمات نور پوری صفحہ ۲۸۱۔)

آخر میں وکیل اہلحدیث محمد حسین بٹالوی کے دو اقتباس نقل کر کے بحث کو ختم کرتے ہیں، بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

''امام الائمہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ پر جو اعتراضات ومطاعن اخبار اہل الذکر میں مشتہر کیے گئے ہیں کہ امام عالی مقام مجتہد نہ تھے (وغیرہ)۔۔۔ یہ سب کے سب ہذیانات بلا استثناء اکاذیب و بہتانات

ہیں‘‘ (اشاعۃ السنۃ جلد۲۲ صفحہ ۲۸۷)

بٹالوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

’’حضرت امام ابوحنیفہ کو بے علمی وغیر سنی وغیر مجتہد ہونے کا طعن کرنے والے کو سخت جاہل و بے دین خیال کرتا ہوں اور اس کی جہالت کا انجام ارتداد از اسلام خیال کرتا ہوں جس کا میں کئی اشخاص سے مشاہدہ کر چکا ہوں‘‘ (اشاعۃ السنۃ جلد۲۳ صفحہ ۱۸)

ہم حاشیہ نمبر ۳۲ میں اشاعۃ السنۃ جلد ۲۲ صفحہ ۲۸۸ سے بٹالوی صاحب کا فرمان نقل کر چکے ہیں کہ:

جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اجتہاد پر طعن کرے وہ جاہل اور احمق ہے۔

۵۳

امام ابوحنیفہ پر عربی نہ جاننے کا اعتراض غلط ہے۔

امام غزالی کے اس قول کی حیثیت کیا ہے؟ اس کے لیے حاشیہ نمبر ۵۰۔۵۱ دیکھئے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر مخالفین کے اس اعتراض کا جواب عرصہ دراز سے دیا جا چکا ہے جواب دینے والوں میں ایک شخص محمد بن ابراہیم وزیر یمانی ہیں انہوں نے ’’الروض الباسم جلد ۱ صفحہ ۱۶۰ تا ۱۶۲‘‘ میں مدلل جواب دیا ہے اردو دان طبقہ یمانی کا ’’عادلانہ دفاع‘‘ مقام ابی حنیفہ صفحہ ۲۷۳ تا ۲۷۵ میں ملاحظہ فرما سکتا ہے۔

اور یہ بھی معلوم رہے کہ یمانی مذکور آل غیر مقلدیت کے نزدیک تارک تقلید اہلحدیث ہیں۔

(التاج المکلل صفحہ ۲۸۷ ترجمہ نمبر ۴۵۰۔ تاریخ اہلحدیث ڈاکٹر جلد ۱ صفحہ ۱۱۲۔۱۶۲)

اس اعتراض کی دلیل ”ولو رماه بابا قبيس“ جملہ بتایا جاتا ہے۔ (توضیح الکلام صفحہ ۶۸۲)

وکیل اہلحدیث محمد حسین بٹالوی صاحب کی زبانی جواب ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں:

’’امام والا مقام پر جو قلت عربیت کے طعن کی تائید میں فقرہ ’’ ولو رماه بابا قبيس ‘‘ پیش کیا گیا ہے اس کے معارضہ میں ایک مستند شاعر کا شعر پیشکش ہے جو اپنی ممدوحہ کی تعریف میں اس نے کہا ہے ؎

ان اباها و ابا اباها　　　قد بلغ المجد غايتا ها‘‘

(اشاعۃ السنۃ جلد ۲۲ صفحہ ۲۸۸)

بٹالوی صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

’’ان دعاوی فاسدہ کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ مجتہد نہ تھے اور وہ عربیت میں ناقص تھے وغیرہ کلمات، كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا‘‘ (اشاعۃ السنۃ جلد ۲۲ صفحہ ۳۱۱)

اس عبارت کا عکس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی کتاب ’’تاریخ ختم نبوۃ صفحہ ۴۳۹ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

مذکورہ بالا عبارت میں بٹالوی صاحب نے ''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مجتہد نہ تھے، وہ عربیت میں ناقص تھے'' کو صریح جھوٹ قرار دیا ہے اور اسی کتاب اشاعۃ السنۃ جلد ۲۲ صفحہ ۲۸۷ پر بھی مذکورہ دونوں باتوں کو جھوٹ و بہتان کہا ہے ہم یہ عبارت آئندہ حاشیہ نمبر ۵۴ میں نقل کریں گے ان شاء اللہ۔

آل غیر مقلدیت کی عربی دانی

اب ذرا آل غیر مقلدیت کی عربی دانی ملاحظہ فرمائیں۔سب سے پہلے زبیر علی زئی صاحب کو میدان میں لاتے ہیں۔

آنجناب لکھتے ہیں:

''المنسوب الی الامام ابو حنیفة''(علمی مقالات جلد ۱ صفحہ ۹۰)

حالانکہ صحیح ''ابی حنیفة'' ہے جیسا کہ اہل علم بخوبی جانتے ہیں۔

طالب الرحمٰن صاحب غیر مقلد نے حنیف قریشی کے ساتھ مناظرہ کرتے ہوئے عبارت پڑھی تو ''و قال احمدٌ'' دال کی تنوین کے ساتھ پڑھا اُسے یہ نہ پتہ چلا کہ ''احمد'' غیر منصرف ہے جو تنوین کو قبول نہیں کرتا۔

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی غیر مقلد نے لکھا:

''البتہ کسی کا جی چاہے تو عام دنوں میں بھینس کے گوشت سے استفادہ حاصل کر سکتا ہے''

نعیم الحق ملتانی غیر مقلد نے مذکورہ بات نقل کر کے یوں تبصرہ کیا:

''استفادہ کے ساتھ ''حاصل'' کا لفظ بتا رہا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا علم محض لوگوں پر رعب جھاڑنے کے لیے ہے ورنہ عربی مدرسے کی تیسری کلاس کا صحیح طالب علم ہر حال میں جانتا ہے کہ باب ''استفعال'' کے اندر حصول کا معنیٰ پہلے ہی موجود ہوتا ہے ڈاکٹر صاحب کو اس کے اظہار کا تکلف کرنے اور اپنے فتوی کو علمی دنیا کے سامنے بے وزن کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے''(بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۷۲)

حبیب الرحمٰن یزدانی غیر مقلد فرماتے ہیں:

''اضحیٰ،اضحیة کی جمع ہے''(خطبات شہید اسلام صفحہ ۱۳۷)

حالانکہ یہ غلط ہے اس لیے کہ اضحی،اضحیة کی جمع نہیں بلکہ اضحاۃ کی جمع ہے اضحیة کی جمع اضاحی آتی ہے۔(حدیث اور اہلحدیث صفحہ ۲۵)

عبدالرحمٰن مدنی غیر مقلد نے احسان الٰہی ظہیر غیر مقلد کے متعلق لکھا:

''جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرائمر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان

الہی کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں'' (ہفت روزہ اہلحدیث لاہور ۳۔اگست ۱۹۸۴ء)
اس کا عکس رسائل اہلحدیث جلد اول کے آخر میں دیکھا جاسکتا ہے۔
محمد حسین بٹالوی صاحب ''ظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین'' کے مؤلف محی الدین لاہوری غیر مقلد کے متعلق لکھتے ہیں:

''پنجاب سے باہر اور دور کے بلاد ہندوستان، بنگال، مدراس، بمبئی، برہما، آسام، رنگون وغیرہ کے لوگ ان کو مولوی و عالم سمجھتے ہیں اور درحقیقت وہ بیچارہ میزان منشعب بھی نہ پڑھے تھے اور ماضی مضارع کے معنٰی نہ جانتے تھے'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ صفحہ ۳۵۴)

۵۴

امام ابوحنیفہ اور علم حدیث

امام غزالی کے منسوب کردہ اس حوالے کے لیے حاشیہ نمبر ۵۰۔۵۱ میں ہماری معروضات پڑھ لیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علم حدیث کے متعلق عربی وار دو بہت سی کتب مطبوع ہیں جن میں سیر حاصل بحث موجود ہے اس لیے یہاں ہم ان کے متعلق محدث، حافظ الحدیث اور امام الحدیث وغیرہ کی محدثانہ شہادتیں نقل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے البتہ غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں چند باتیں عرض کرتے ہیں۔

حاشیہ نمبر ۵۲ میں ہم غیر مقلدین کی شہادتیں نقل کر آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مجتہد تھے، آگے حاشیہ نمبر ۵۵ میں غیر مقلدین کی زبانی تحریر ہوگا کہ امام صاحب فقیہ بلکہ امام الفقہاء تھے، نیز زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''ہمارے دور میں اہلحدیث تو امام ابوحنیفہ کو عالم سمجھتے اور مانتے ہیں'' (علمی مقالات جلد ۲ صفحہ ۱۲۸)

جب امام صاحب کو مجتہد، فقیہ اور عالم تسلیم کر لیا ہے سوال یہ ہے کہ مجتہد، فقیہ اور عالم احادیث نہیں جانتا؟ کیا حدیث نہ جاننے والے کو مجتہد، فقیہ اور عالم کہا جاسکتا ہے؟

متعدد غیر مقلدین نے یہ اعتراف کیا ہے کہ امام صاحب کتاب وسنت سے مسائل نکالتے تھے مثلاً محمد اسحاق بھٹی صاحب لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ کا مسائل دینی میں طریق استنباط یہ تھا کہ پہلے جواب مسئلہ کتاب اللہ سے تلاش کرتے ۔۔۔۔اگر اس کا کتاب اللہ سے سراغ نہ ملتا یا کتاب اللہ کی روشنی میں بات کا فیصلہ نہ ہوسکتا تو سنت مشہورہ کی طرف رجوع فرماتے'' (برصغیر میں اہلحدیث کی آمد صفحہ ۲۲۳)

سوال یہ ہے کہ بقول معترض جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ احادیث نہ جانتے تھے تو وہ حدیث یا سنت کی طرف رجوع کر کے مسائل کیسے مستنبط کرتے تھے؟

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''تائیدِ ایزدی سے آپ (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) علم کی معراج کو پہنچ گئے، آپ کے ہمعصر لانیحل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے علم کی خوبیوں اور بلندیوں کے سبب آپ امام اعظم کے لقب سے مشہور ہو گئے'' (سبیل الرسول صفحہ ۲۷۸)

جو شخص علم کی معراج کو پہنچا ہو، لانیحل (حل نہ ہونے والے، مشکل) مسائل کو حل کرتا ہو اور علمی بلندیوں کی وجہ سے امام اعظم مشہور ہوا ہو کیا وہ احادیث سے ناواقف ہوگا؟

اتنی گزارش کے بعد اب امام صاحب کو علم حدیث سے ناواقف کہنے کی تردید ملاحظہ فرمائیں۔

وکیل اہلحدیث محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

''امام الائمہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ پر جو اعتراضات و مطاعن اخبار اہل الذکر میں مشتہر کیے گئے ہیں کہ: امام عالی مقام مجتہد نہ تھے اور وہ ان علوم سے جو اجتہاد کے لیے ضروری ہیں جیسے علم حدیث، علم لغت وغیرہ کافی بہرہ نہ رکھتے تھے اور اصول فقہ کے اول مدون وہ نہ تھے اور وہ نصوص چھوڑ کر پیروی رائے و قیاس کیا کرتے اور اس وجہ سے بہت سے اکابر سفیان ثوری، امام جعفر صادق، امام باقر وغیرہم ان کو بُرا کہتے: یہ سب کے سب ہذیانات بلا استثناء اکاذیب و بہتانات ہیں جن کا مآخذ زمانہ حال کے معترضین کے لیے حامد حسین شیعی لکھنوی کی کتاب استقصاء الافحام واستیفاء الانتقام فی نقص منتھی الکلام کے سوا اور کوئی کتاب نہیں ہے'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۲۲ صفحہ ۲۸۷)

آگے پڑھیے:

''چاروں اماموں میں سے پہلے امام، امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی توجہ تفقہ و اجتہاد و افتاء کی طرف زیادہ تھی اور نقل و روایت حدیث کی طرف کم جیسا کہ ان میں سے آخری امام احمد بن حنبل کی توجہ روایت حدیث کی طرف زیادہ رہی اور تفقہ و اجتہاد و افتاء کی طرف کم۔۔۔مگر یہ کمی حقیقی نہ تھی بلکہ اضافی تھی جو ایک امام میں دوسرے کی بہ نسبت پائی جاتی تھی اور یہ کمی حدیث کی اس حد تک نہ پہنچی تھی کہ جس قدر حدیث دانی اور اجتہاد کے واسطے ضروری ہے وہ بھی ان (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ [ناقل]) میں نہ پائی جاتی تھی اور ان پر لفظ محدث کو صادق آنے سے مانع تھی اور کمی تفقہ و اجتہاد اس حد تک نہ پہنچی ہوئی تھی جو ان (امام احمد رحمہ اللہ، ناقل) پر لفظ مجتہد کے اطلاق سے مانع ہوتی۔ ان کی اس کمی حدیث یا اجتہاد و تفقہ کو اس حد تک سمجھ لینا محض

حماقت اور پرلے درجہ کی جہالت وسفاہت ہے (علی زئی صاحب! ان الفاظ پر غور کریں، ناقل) اور ائمہ فقہ و حدیث مسلمہ مسلمانان روئے زمین کے حق میں ایسی بدگمانی کسی اہل علم و دین وفہم انصاف کا کام نہیں اور اگر اس درجہ کی کمی حدیث امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ میں ابن خلدون کے اس قول سے کہ امام ابوحنیفہ سے سترہ (۱۷) روایات حدیث صحت کو پہنچی ہیں نکالی گئی ہے اور اس کے معنی یہ سمجھے گئے ہیں کہ ان کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی تھیں تو یہ اور بھی حماقت اور جہالت ہے، اس قول کے معنی تو یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سے جو روایات حدیث لوگوں کو سند صحیح پہنچی ہیں اور ان سے مروی ہوئی ہیں ان کی تعداد سترہ تک پہنچتی ہے اور یہ مراد نہیں کہ ان کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہیں اگر اس قول سے ان کی مراد یہ ہوتی تو بجائے لفظ صح عنہ کے صح عندہ کا لفظ بولا جاتا۔ جو شخص امام اعظم کی مسند کو جس کو خوارزمی نے جمع کیا ہے دیکھے گا وہ اس کو یقیناً غلط سمجھے گا کیا مسانید امام اعظم میں صرف سترہ حدیثیں ہیں؟ جھوٹ کہنے میں کچھ تو شرم چاہیے'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۲۲ صفحہ ۳۱۳)

داؤد غزنوی صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں:

''جماعت اہلحدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے ہر شخص ابوحنیفہ، ابوحنیفہ کہہ رہا ہے۔ کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ کہہ دیتا ہے پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ، اگر کوئی بڑا احسان کرے تو وہ سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے، جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں ان میں اتحاد و یک جہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے یا غربة العلم انما اشکوا بثی و حزنی الی اللّٰہ'' (مولانا داود غزنوی صفحہ ۱۳۶)

(جاری ہے۔۔۔)

حمزہ احسانی

مناظر اعظم حضرت تونسوی رحمہ اللہ

اُس کو باطل کے مقابل میں ہمیشہ دیکھا   پرچم حق کو سنبھالے ہوئے میدان میں ہے

مناظر اعظم، وکیل صحابہ واہل بیت، اہل سنت کے راہ نما ومقتدا وپیشوا، شیخ العرب والعجم حضرت مدنی کے تلمیذِ رشید، امام اہل سنت حضرت لکھنوی کے شاگردِ ارشد، فاضلِ دیوبند، پیکرِ استقامت، ترجمانِ اہلِ حق حضرت مولانا علامہ عبدالستار تونسوی دامت برکاتہم العالیہ لاکھوں عقیدت مندوں کو سوگوار چھوڑ کر دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف رحلت فرما چکے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت تونسوی رحمہ اللہ کا نام نامی، اسم گرامی تو بچپن ہی سے کانوں میں پڑنے لگا تھا، جب سے شعور کی آنکھ کھلی تب سے اُن کا تذکرہ گھر میں سننے کو مسلسل مِلتا رہا۔ لیکن باوجود شدید خواہش وکوشش کے جلدی زیارت وملاقات نہ ہوسکی۔ آپ رحمہ اللہ سے شرفِ تلمّذ کے حصول کے لیے بڑی تگ ودَو کرتا رہا، لیکن مجھ بدنصیب کی قسمت میں یہ سعادت نہ تھی۔ جب بندہ ''جامعہ مفتاح العلوم، سرگودہا'' میں زیرِ تعلیم تھا، اس وقت وہاں کے مہتمم وشیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب مدظلہم نے ''تقابل ادیان کورس'' کا انعقاد کیا تھا، جو بحمداللہ بہت ہی نافع ومفید رہا۔ اُس وقت بندہ نے نہایت لجاجت کے ساتھ اُن سے بھی درخواست کی تھی کہ حضرت تونسوی صاحب کو بلائیں، لیکن بات وہیں قسمت پہ آٹکتی ہے کہ ہماری قسمت میں اس سعادت سے محرومی لکھی تھی سو محروم رہے۔

حضرت تونسوی رحمہ اللہ، بندہ کے ناناجی قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی قائم کردہ ''تحریک خدام اہل السنۃ والجماعۃ'' کے چکوال اور گردونواح کے اجتماعات میں بکثرت تشریف لایا کرتے تھے، خاص طور پر خدام کی مرکزی کانفرنس ''جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام، جہلم'' کے سالانہ جلسہ پر بھی اکثر تشریف آوری ہوتی تھی۔ شائد وہاں زیارت ہوئی ہو، لیکن اُس وقت بندہ کی عمر کم تھی، شعور نہ تھا، اس لیے یاد نہیں۔ جب ہوش سنبھالا تو مدرسہ کی راہ دیکھی، دوران ہفتہ منعقد ہونے والے اجتماعات میں شرکت کی نہ تو اجازت ملتی تھی اور نہ ہر جلسے میں شرکت ممکن تھی۔ لہٰذا حضرتؒ کی پہلی زیارت غالباً ''سیرت النبی کانفرنس'' گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ میں ہوئی تھی۔ زوردار للکار، طوفانی یلغار، گرجدار آواز، شان دار انداز، شائد پہلی دفعہ ایسا انداز سننے کو ملا تھا۔

قائد اہل سنت رحمہ اللہ......اور......حضرت تونسوی رحمہ اللہ

حضرت ناناجی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تونسوی رحمہ اللہ کے باہمی تعلقات خوب مضبوط اور محبانہ و دوستانہ تھے۔ دونوں حضرات، حضرت مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد بھی تھے اور مرید بھی۔ اور مسلک اہل سنت کی ترجمانی ودفاع بالخصوص ''دفاع صحابہ واہل بیت'' دونوں کا زندگی کا مقصد اول تھا۔

علاقہ چکوال میں ''خدام'' کے پروگراموں میں اور بالخصوص ''جامعہ حنفیہ، جہلم'' کے سالانہ جلسہ میں حضرت تونسوی رحمہ اللہ کی شرکت دونوں بزرگوں کے گہرے تعلقات کا بیّن ثبوت ہے۔ حضرت ناناجی رحمہ اللہ کی وفات پر آپؒ نے ماہنامہ ''حق چاریار'' لاہور کے لیے تعزیتی مضمون رقم فرمایا، جو کہ درج ذیل ہے:

''شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی صاحب مدنی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز اور مسلک دیوبند کے عظیم ترجمان ہم سے جدا ہوگئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

پیر طریقت، وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نوراللہ مرقدہ ملک کے مقتدر مشائخ میں سے تھے، احقر اور حضرت قاضی صاحب کا علمی، روحانی مرکز ایک ہی دارالعلوم دیوبند ہے۔ ہم بفضلہٖ تعالیٰ شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے استفادہ کیا، پھر حضرت مدنی رحمہ اللہ نے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو خلعت خلافت سے بھی نوازا۔ انہی مدنی فیوضات ہی کا ثمرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو علم وعمل میں بلند مقام عطا فرمایا۔ اور آپ نے مذہب حقہ اہل السنۃ والجماعۃ کی اشاعت میں تبلیغی اور تحریری انداز میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کی مدحت، منقبت اور ان کی وکالت کرکے سنی قوم کو جگادیا۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ سے میرا بہت ہی قریبی تعلق رہا، وہ ہمیشہ اہم دینی امور کے بارے میں ناچیز سے مشورہ فرماتے تھے اور ضلع چکوال میں روافض واہل بدعت سے مناظرہ کرنے کے لیے احقر کو ہی دعوت دیتے تھے۔ اُنہی کی کاوشوں سے وہاں اہل باطل مرعوب ومغلوب ہوئے۔ آپ کے قلب وجگر میں دین کی فکر ولگن اکابر سے ودیعت ہوکر آئی۔ فتنوں کے اس دور میں حضرت والا کا وجود، اللہ کی رحمت اور نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھا۔ انہوں نے تعلیمات اسلاف اور فکر اکابر کی ترجمانی کا حق ادا کیا ہے۔

انہیں علمائے دیوبند سے والہانہ عقیدت تھی، ایک مرتبہ حضرت والا رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا:

''آپ کو حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ سے تلمذ کے علاوہ ایک اور بڑی نسبت بھی حاصل ہے، وہ امام

اہل سنت حضرت علامہ عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ سے تلمذ کی نسبت ہے۔ اگر چہ میں حضرت لکھنوی رحمہ اللہ کی زیارت نہ کر سکا، مگر برصغیر میں اُن کی خدمات اور دفاع صحابہ پر اُن کی تحریرات سے اس قدر متأثر ہوں کہ انہیں سنی شیعہ نزاعی مسائل پر اجتہادی شان کا حامل سمجھتا ہوں۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے ساری زندگی اکابرین سے اس محبت وشیفتگی کے باعث اپنے انہیں اکابر کی تحقیقات وتعلیمات کو حرز جان سمجھا اور مسلکِ حق سے سرِ مُو انحراف نہ کیا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ لایخافون لومۃ لائم کی مثال بن کر پوری زندگی وقتی ضرورت اور دنیاوی مصلحت کی پرواہ کیے بغیر صحیح مسلک اور مشرب اکابر دیوبند کی ترجمانی فرماتے رہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی دین اسلام کے لیے پُر خلوص محنت وسعی قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے جملہ متوسلین ومعتقدین کو حضرت کے نقش قدم پر چلائے اور سلف صالحین کی تعلیمات کے مطابق مشائخ دیوبند کی راہ نمائی میں دینی، علمی اور تبلیغی خدمات سرانجام دینے کی توفیق بخشے۔ آمین''

مولانا جمیل الرحمٰن عباسی صاحب مدظلہم (مدیر اعلیٰ: مجلّہ ''صفدر'' گجرات......مدیر: مجلّہ ''تسکین الصدور'' بہاول پور) کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، انہوں نے اپنے مدرسہ ''جامعہ عباسیہ، بہاول پور'' کے سالانہ اجتماع میں حضرت تونسوی رحمہ اللہ کو آخر عمر میں دعوت دیکر ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کیا۔ اہلیانِ بہاول پور اس پر اُن کے احسان مند ہیں۔ اُن کے ہاں بندہ کو آخری مرتبہ حضرت رحمہ اللہ کی زیارت وملاقات کی سعادت نصیب ہوئی۔ خاصی دیر حضرت کی مجلس وصحبت میں بیٹھنا نصیب ہوا۔ جب مولانا عباسی صاحب نے میرا تعارف کرایا تو حضرتؒ نے نہایت شفقت ومحبت کا معاملہ فرمایا۔ حضرت نانا جی (قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ......خلیفہ مجاز: شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمہ اللہ) کے بعد کے احوال دریافت کیے، ان کی جانشینی کے متعلق پوچھا تو بندہ نے عرض کر دیا کہ حضرت نانا جی رحمہ اللہ نے اپنا کام کئی حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

۱......تصوف وسلوک اور تزکیۂ نفس کے لیے جانشینِ قائد اہل سنت، شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم [جھہان سومرو، حیدرآباد، سندھ] کو ''بیعت سلوک'' کی اجازت وخلافت اور مزید تین حضرات [۱] شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف صاحبؒ پلندری......[۲] حضرت مولانا فضل الٰہی صاحبؒ، فیصل آباد......اور [۳] شیخ الحدیث مولانا جمیل الرحمٰن صاحب مدظلہم، چکوال......کو ''بیعت توبہ'' کی اجازت مرحمت فرما کر یہ سلسلہ ان حضرات ثلاثہ کے حوالے فرمایا۔

۲......مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام، چکوال اور اس کی ستر (۷۰) سے زائد شاخوں کا انتظام واہتمام

شیخ الحدیث مولانا مفتی جمیل الرحمٰن مدظلہم کے سپرد کیا۔

۳......مدنی جامع مسجد چکوال کی خطابت کی ذمہ داری بھی شیخ الحدیث مولانا جمیل الرحمٰن مدظلہم کو سونپی۔

۴......اپنی جملہ کتابوں کے ''حقوق تصنیف'' بھی شیخ الحدیث مولانا جمیل الرحمٰن مدظلہم کو دیئے۔

۵......مدرسۃ البنات، ''جامعہ اہل سنت تعلیم النساء'' کا انتظام واہتمام حضرت مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی مدظلہ کے سپرد فرمایا۔

۶......تنظیمی کام ''تحریک خدام اہل السنۃ والجماعۃ'' کی امارت وقیادت اپنے بیٹے مولانا قاضی ظہور الحسین اظہر مدظلہم کے سپرد فرمائی۔

جب بندہ نے یہ تفصیل عرض کی تو حضرت رحمہ اللہ نے پوچھا: مدرسہ کا کیا حال ہے؟ کیسا چل رہا ہے؟ لوگ تعاون کرتے ہیں؟ بندہ نے عرض کیا الحمدللہ بنین وبنات کے دونوں مدرسے روز افزاں ترقی پذیر ہیں۔......پھر مختلف سوالات دریافت فرمائے کہ: حضرت کے بیٹے مدرسہ کے ساتھ تعاون کرتے ہیں؟ اُن کے آپس کے تعلقات کیسے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ پھر آخر میں آپ رحمہ اللہ نے حضرت نانا جی رحمہ اللہ کے کاز کے لیے خصوصی دُعا فرمائی۔

امام اہل سنت رحمہ اللہ......اور......حضرت تونسوی رحمہ اللہ

بندہ کے جدامجد امام اہل سنت، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اور حضرت تونسوی رحمہ اللہ کے باہمی تعلقات بھی مثالی تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ سے شرف تلمذ دونوں کو حاصل تھا اور دفاع صحابہ واہل بیت کے کام میں بھی دونوں بزرگ پیش پیش تھے۔ 2009ء میں حضرت داداجان رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بندہ نے اپنے اساتذہ کے حکم پر ''مجلّہ المصطفیٰ'' بہاول پور کی طرف سے 900 سے زائد صفحات پر مشتمل ''امام اہل سنت نمبر'' شائع کیا۔ جو بحمداللہ بہت مقبول ہوا۔ اُس کے لیے حضرت تونسوی رحمہ اللہ سے گزارش کی گئی تو تعزیتی مضمون تحریر فرمادیا۔ جو ''امام اہل سنت نمبر'' کی زینت کا باعث بنا۔ مضمون ملاحظہ ہو!

> ''نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امام اہل سنت حضرت اقدس علامہ مولانا محمد سرفراز خان صاحب قدس سرہ عصرِ حاضر کے مفسرِ اعظم، محدثِ کبیر، فقیہ امت، محقق ومدقق اور سلطنت ولایت کے تاجدار تھے۔
>
> جنہوں نے شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے علمی

دولت اور مفسرِ قرآن ولی کامل حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ علیہ سے روحانی فیوضات حاصل کر کے ہزاروں علماء محدثین ومفسرین، مدرس، خطباء، عامۃ المسلمین کو اپنی خداداد صلاحیت علمیہ وروحانیہ سے فیض بخشا۔ مسلک اہل سنت دیوبند کے عقائد نظریات اور حقانیت پر قرآن وسنت کی روشنی میں کتب کثیرہ لکھ کر رہتی دنیا تک علماء اور مؤمنین اہل سنت پر بے مثال احسان فرمایا۔ آپ کی علمی، مذہبی، روحانی، دینی خدمات قابلِ صد تکریم ہیں۔ اس لازوال دولت کے موجب حضرت اقدس رحمہ اللہ قلوبِ اہل اسلام پر ہمیشہ باقی رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

فقط...... بندہ عبدالستار تونسوی عفی عنہ......سرپرست: تنظیم اہل السنۃ والجماعۃ''

اس کے علاوہ ردِ رافضیت پر حضرت داداجان رحمہ اللہ کی لاجواب وشاندار تالیفِ لطیف ''ارشادالشیعہ'' پر بھی حضرت تونسوی رحمہ اللہ نے درج ذیل رائے گرامی تحریر فرمائی:

''الحمدلله رب العالمين، والصلوٰة والسلام علىٰ خاتم الانبياء والمرسلين، وعلىٰ آله واصحابه اجمعين۔ امابعد

حق وباطل کی کشمکش روزِ اول سے ہی چلی آرہی ہے۔ باطل اپنی تمام تر قوت کی ساتھ حق کو مٹانے کے درپے ہے، کیونکہ باطل کی نظر میں سچائی کسی صورت نہیں جچتی۔ جب بھی اسلام کی صدائے حق بلند ہوئی تو کفر وزندقہ نے اسے مٹانے کیلئے اپنے منصوبے بنانا شروع کر دیئے۔ اس کش مکش نے اس وقت زیادہ زور پکڑ لیا جب اسلام کا انقلاب آفریں پیغام پھیلنا شروع ہوا۔ جوں جوں دین متین کی تمکین کا وعدہ الٰہی پورا ہوتا ہوا نظر آیا توں توں اس کی مخالفت بھی بڑھتی چلی گئی اور اسلام کے خلاف سینکڑوں محاذ اور ہزاروں فتنے رُونما ہونے لگے۔ اس پُرفتن دور میں تو فتنوں کا ایک سیلاب ہے جو کہ اُمنڈتا چلا آرہا ہے، اس وقت اہل باطل ''مِن کُلِّ حَدَبٍ یَّنسِلُونَ '' کا مصداق ہیں۔ (یہ علیحدہ بات ہے کہ ''یرِیدون لیطفئوا نورَاللّٰہِ بِاَفوَاھِھِم وَاللّٰہ مُتِمُّ نُورِہٖ وَلَو کَرِہَ الکَافِرُونَ'' کا خدائی فیصلہ سب پر غالب ہے) مگر اسلام، قرآن، نبی آخر الزمان ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی مخالفت وعداوت کی جو روش اہل تشیع نے اپنائی، مذاہب عالم میں اس کی مثال ناپید ہے۔ دراصل جب یہودیت نے اپنی ناکامی وذلت اور اسلام کی روز بروز ترقی وشوکت کو دیکھا تو انہوں نے ایک گہری سازش کے تحت اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کیلئے عبداللہ بن سباء یہودی کھڑا کیا، جس نے سب سے پہلے ''نظریۂ امامت'' ایجاد کر کے اس کا پرچار کیا۔ چنانچہ شیعہ مجتہد مامقانی ''تنقیح المقال ''میں اور باقر مجلسی'' بحارالانوار ''میں'' رجال کشی ''اور'' فرق الشعیه '' سے نقل کرتے ہیں کہ:

'' ذكر بعض اهل العلم ان عبدالله بن سباء كان يهوديا فاسلم ووالى عليا عليه السلام وكان يقول وهو علىٰ يهوديته فى يوشع بن نون

وصی موسیٰ بالغلو فقال فی اسلامه بعد وفاة رسول اللهﷺ فی علی علیه السلام مثل ذلک.

وکان اول من اشهر بالقول بفرض امامة علی علیه السلام واظهر البراءة من اعدائه وکاشف مخالفیه واکفرهم، فمن ههنا قال من خالف الشیعة! اصل التشیع والرفض ماخوذمن الیهودیة''

(رجال کشی ص ۱۰۸......فرق الشیعه ص ۳۰...... تنقیح المقال ص۸۷...... تفسیر مرأة الانوار ص ۶۲...... بحار الانوار ص ۲۸۷ جلد ۲۵)

ترجمہ: ''بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سباء یہودی تھا، پس اسلام لے آیا اور حضرت علیؓ کی ولایت کا قائل ہوا۔ یہ اپنی یہودیت کے زمانے میں یوشع بن نون علیہ السلام کے بارے میں غلو کرتے ہوئے کہا کرتا تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے وصی ہیں، پس اسلام لانے کے بعد اسی قسم کی بات وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہنے لگا کہ آنحضورﷺ کی وفات کے بعد وہ آپ کے وصی تھے۔

یہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے یہ مشہور کیا کہ حضرت علیؓ کی امامت کا قائل ہونا فرض ہے۔ اور اس نے حضرت علیؓ کے دشمنوں پر (جس سے اس ملعون کی مراد خلفاء ثلاثہؓ تھے) کھلم کھلا تبرا کیا اور حضرت علیؓ کے مخالفین کو واشگاف کیا اور انہیں کافر کہا۔ یہیں سے وہ لوگ جو شیعہ کے مخالف ہیں، یہ کہتے ہیں کہ شیعت اور رافضیت یہودیت کا چربہ ہے۔''

شیعہ مجتہدین کی اس صراحت سے صاف معلوم ہوا کہ شیعہ فرقہ اپنے بانی مبانی ابن سباء یہودی کا مرہون منت ہے کہ جس نے منافقانہ چال چلی اور عقیدہ امامت کے ذریعے حب اہل بیت کا لبادہ اوڑھ کر تقیہ کے سیاہ و دبیز پردے میں شیعیت کی بنیاد رکھی۔ اسی وجہ سے شیعہ کا لقب ''امامیہ'' مشہور ہوا، جو اس فرقہ کے اعتقادی و نظریاتی نشان کا پتہ دے رہا ہے۔ اس سبائی کارروائی کا مقصد صرف یہ تھا کہ امت مسلمہ کی وحدت کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جاسکے۔ یہی افتراق و تفریق کا مفہوم لفظ ''شیعہ'' سے بھی خوب مترشح ہوتا ہے۔ اس اسلام دشمن تحریک میں ظاہراً صرف صحابہؓ کو مورد طعن بنایا گیا۔ مگر اہل علم سے مخفی نہیں کہ مذہب شیعہ کو اصالۃ جو کچھ عداوت تھی، وہ اسلام، قرآن اور صاحب قرآنﷺ سے تھی۔ صحابہ کرامؓ کو مورد طعن محض اس لیے بنایا گیا کہ قرآن مجید اور آنحضرتﷺ کی نبوت کے چشم دید گواہ صحابہؓ ہی ہیں۔ جب عینی گواہ مجروح ہو جائیں گے تو سارے دین سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اس لحاظ سے ہم سمجھتے ہیں کہ فتنہ رفض کئی وجوہ کی بناء پر عام کھلے کفر و زندقہ سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔ لیکن عوام الناس حب اہل بیتؓ کے خوشنما نعرے سے دھوکا کھا گئے اور اہل تشیع کو مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ تصور کرنے لگے۔ یہ غلط فہمی اسی وجہ سے ہوئی کہ شیعوں کی کتب اصلیہ نایاب تھیں اور ان کے عقائد و نظریات کا کسی کو صحیح علم نہ ہوسکا اور ساتھ ہی شیعیت پر کتمان و تقیہ کی سیاہ چادر تنی رہی۔ ورنہ شیعہ

اثناعشریہ مذہب، نہ صرف بے شمار ضروریات دین کا منکر ہے بلکہ اس کا کلمہ سے لیکر قرآن تک مسلمانوں سے جدا ہے۔ انہیں مسلمان کہنا خود اسلام کی نفی ہے۔ جو شخص اسلام کے تمام متواترات ومسلمات کو مانتا ہو تو وہ مسلمان ہے اور جو شخص ضروریات اسلام میں سے کسی ایک کا منکر و مکذب ہو، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ بندہ ''شیعہ عقائد'' کی تفصیل اپنی عربی تالیف '' **کشف الغوامض فی عقیدۃ الروافض** '' میں تحریر کر چکا ہے۔ **من شاء فلیراجع**

مگر اسی موضوع پر محقق العصر، شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ العالی، کی کتاب ''ارشاد الشیعہ'' دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی بلکہ بندہ ناچیز کی قلبی خواہش پوری ہوئی۔ اور دل سے ان کے حق میں خوب دعائیں نکلیں۔ ماشاء اللہ اس عنوان پر مدلل اور جامع تالیف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فاضل محقق کو تدریسی اور تصنیفی لحاظ سے جو صلاحیت وقابلیت عطا فرمائی ہے، اس کے امثال ونظائر موصوف کی تالیفات میں موجود ہیں، مولانا ممدوح قلمی جہاد کے ذریعہ ایک طویل عرصہ سے باطل فرقوں کے خلاف برسر پیکا ہیں۔ انہوں نے اس کتاب سے احقاق حق وابطال باطل کا حق ادا کر دیا ہے۔ کتاب ہٰذا جہاں مؤلف مدظلہ کا تحقیقی شاہکار ہے، وہاں مسلک حقہ اہل السنّت والجماعت کی حقیقی ترجمان اور شیعہ امامیہ کے کفر وضلالت پر ضرب کاری ہے۔ عقل سلیم وفہم مستقیم رکھنے والے حضرات کیلئے باعث ہدایت اور اہل باطل پر اتمام حجت ہے۔

'' **لِیُھلِکَ مَن ھَلَکَ عَن بَینۃٍ وَّیحیٰ مَن حیَّ عَن بینۃٍ**......'' دعا ہے کہ حق جل ذکرہٗ ہم سب کو ہر زیغ وضلال سے محفوظ فرمائے اور اتباعِ حق کی توفیق بخشے۔ آمین۔

محمد عبدالستار تونسوی عفا اللہ عنہ......یکم شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

حضرت تونسوی رحمہ اللہ......اور......مجلّہ صفدر، گجرات

حضرت دادا جان رحمہ اللہ کی وفات سے اگلے سال 2010ء شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کی وفات کا سانحہ پیش آیا تو بندہ کے اساتذہ نے ''شیخ المشائخ نمبر'' کی تیاری کا حکم دیا۔ اور یہ فرمایا کہ: کوشش کروا پنے ادارے کی طرف سے شائع کرو۔ سوچ بچار ومشاورت کے بعد ''مجلّہ صفدر'' نام تجویز ہوا۔

مجلّہ ''صفدر'' کے سلسلے میں اکابر وعلماء سے دعا، سرپرستی ونگرانی کے لیے گزارش کی گئی۔ حضرت تونسوی رحمہ اللہ کے صاحبزادے حضرت مولانا عمر فاروق تونسوی مدظلہم کے واسطے سے حضرتؒ سے بھی گزارش کی گئی تو دوران سفر ہی حضرتؒ نے خود بندہ سے فون پر گفتگو فرمائی، ایسی عاجزی، محبت، شفقت، ذرہ نوازی، اصاغر پروری اور نسبت کا خیال......کہ بندہ دنگ رہ گیا۔ فرمایا:

''عزیزی مولوی عمر فاروق تونسوی سلمہ کے ذریعہ معلوم ہوا کہ آپ کوئی رسالہ شروع فرما رہے ہیں،

بہت دل خوش ہوا، آپ بزرگوں کی اولاد اور نشانی ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے رسالے کو دن دوگنی، رات چوگنی ترقی سے نوازے، اسے خوب پھیلائے، عام کرے اور اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین۔

آپ کی عمر، علم، عمل اور صحت وتقویٰ میں برکت عطا فرمائے۔ اپنے بزرگوں (نانا اور دادا) کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور اُنہی کی مثل دین کی خدمت آپ سے لے، آپ اُن کے حقیقی جانشین ثابت ہوں۔ بندہ کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔''

بندہ عاجز کی درخواست پر شفقت ومحبت فرماتے ہوئے مجلّہ ''صفدر'' کے لیے جن بزرگوں نے دعا فرمائی، اُن میں سب سے پہلا نام حضرت تونسوی رحمہ اللہ کا ہی درج ہے۔

شیخ المشائخ رحمہ اللہ......اور......حضرت تونسوی رحمہ اللہ

مجلّہ ''صفدر'' کے پہلے شمارے ''شیخ المشائخ نمبر'' بیاد شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کے لیے حضرت تونسوی رحمہ اللہ نے تعزیتی مضمون بھی تحریر فرمایا، جس سے ''حضرت شیخ المشائخؒ اور حضرت تونسویؒ'' کے آپس میں گہرے تعلق اور الفت ومحبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مضمون درج ذیل ہے:

''شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ اپنے وقت کے ولی کامل اور عارف باللہ تھے' جامع شریعت وطریقت ایسی ہی باخدا ہستیوں کو کہا جاسکتا ہے' آپ نے دارالعلوم دیوبند میں اپنی دینی تعلیم کی تکمیل کی اور وقت کے شیوخ واکابر محدثین سے پڑھا شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ سے آپ کو ایک ہی سبق پڑھنے کا موقع ملا' لیکن آپ نے ساری زندگی اسے اپنے لئے باعث شرف سمجھا' پھر ظاہری علم کے ساتھ باطنی علوم ومعارف سے بھی آپ بجا طور پر مزین تھے' حضرت اقدس خواجہ احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نسبی رشتے کے ساتھ روحانی رشتہ بھی حاصل تھا اور ان کے جانشین حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خاص طور پر روحانی فیوض اور ملکات کو آپ نے حاصل فرمایا اور سولہ سال تک ان کی خدمت کی اور ان کی وفات کے بعد بجا طور پر آپ ان کے خلیفہ وجانشین برحق قرار پائے چھپن سال تک آپ خانقاہ سراجیہ کی مسند طریقت پر جلوہ افروز رہے اور لاکھوں طالبین کو سیراب فرمایا' آپ نے پوری دنیا میں شریعت وطریقت کے علم کو پھیلایا' اس لئے ہر جگہ آپ کے خدام ومتوسلین موجود ہیں' اہل حق کی ہر دینی تحریک جماعت کی آپنے سرپرستی فرمائی تمام اہل حق کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی کا فریضہ ہمیشہ آپ نے بحسن وخوبی نبھایا بطور خاص ختم نبوت کے عظیم مشن کو آپ نے ہمیشہ اپنایا اور اس کیلئے ہر طرح کی قربانیاں دیں۔

ہماری جماعت تحریک تنظیم اہل السنّت والجماعت کے ساتھ بھی آپ کی خصوصی عنایات شامل

حال تھیں، احقر سے بھی خاص شفقت ومحبت فرماتے تھے، مختلف مقامات پر حضرت سے ملاقات اور گفتگو کا موقع ملتا رہا، وہ ہمیشہ خندہ پیشانی اور محبت سے ملتے اور ہماری سرپرستی فرماتے، اور دعاؤں سے نوازتے۔

ان کا سایہ امت مسلمہ کے حق میں یقیناً اللہ تعالیٰ کا انعام اور رحمت تھا، ان کے اٹھ جانے سے وہ سایہ بھی اٹھ گیا ہے اور امت ایک عارف ربانی اور ولی سے محروم ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ حضرت کی قربانیوں کو قبول فرمائیں اور درجات بلند فرمائیں، نیز ان کے اخلاف کرام کو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین حق کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

فقط......بندہ عبدالستار تونسوی عفی عنہ......سرپرست: ''تنظیم اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان''

صالحین کے قافلے بڑی تیزی سے رواں دواں ہیں، دنیا علم وعمل کے پیکروں سے خالی ہوتی جارہی ہے، صحابہ واہل بیت کے وکیل بھی رختِ سفر باندھے ایک کے پیچھے ایک کرکے جارہے ہیں۔ اب ہمارے بلاد میں اس سلسلے کے اکابر واسلاف میں سے غالباً صرف دو ہی ہستیاں باقی ہیں......مفکرِ اسلام حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم، اطال اللہ عمرہ۔ پی، ایچ، ڈی لندن......وکیل صحابہ واہل بیت، محقق اہل سنت حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہم اطال اللہ عمرہ......دعا ہے کہ خداوند کائنات ان ہستیوں کا سایہ تادیر صحت وعافیت وتندرستی کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔ اور ہمیں ان کے فیوض وبرکات سے کامل استفادے کی توفیق مرحمت فرماکر دفاع صحابہ کی خاطر تن من دھن کی قربانی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اعلان: ان شاءاللہ آئندہ شمارہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری شہید رحمہ اللہ [صدر مفتی: جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی] پر خصوصی مضامین شائع کیے جائیں گے۔ [ادارہ]

قارئین توجہ فرمائیں!

مجلّہ ''صفدر'' کے جن قارئین کا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے اور وہ آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے خواہش مند ہیں، براہِ کرم وہ جلد از جلد سالانہ چندہ ارسال فرمادیں۔ بصورت دیگر مجبوراً آئندہ ماہ سے اُنہیں رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا۔

حافظ طاہر [پوسٹ منیجر]

مولانا محمد عثمان غنی، بہاول پور

ہے ہے مجھے داغ دے گیا کون؟

دنیا کا اُصول یہی ملتا ہے کہ......سویرے مشرق سے سورج نکلتا ہے......اور چلتے چلتے مغرب میں چھپ جاتا ہے......سرِ شب اُفق پہ تاریکی ہوتی ہے......پھر تاریکی......سفیدی میں بدل جاتی ہے......چڑھتا ہوا خورشید دن کا اعلان کرتا ہے مگر......ڈھلتی شام میں وہ اِک خواب ہی لگتا ہے......دن کو دوام حاصل ہے نہ اندھیرا ہی سدا رہتا ہے......کوئی سمجھے یا نہ سمجھے پرتغیرِ زمانہ تو سمجھاتا رہے گا کہ......غافل! بیدار ہو......اس زمین پر تجھ جیسے ہزاروں آئے اور......چلے گئے......کتنے تھے شان دار کہ......آج نام تک بھی باقی نہیں......اور کیسے کیسے نامور، کہ......آج نشان تک نہیں......بہت سے تو چل پھر کر بھی مردہ مردہ سے لگتے ہیں اور......بعض تونسوی جیسے......مر کر بھی چلتے پھرتے لگتے ہیں۔

زمانہ برسوں روتا ہے......تب جا کر کہیں صاحبِ دِل پیدا ہوتا ہے......کئی مدتوں سے دعائیں، التجائیں رہتی ہیں......تب جا کر کہیں ایسوں کا وجود اٹھتا ہے...... 18 مارچ 1926ء کو ''تونسہ'' میں ایک درویش پیدا ہوا......رمضان کا مہینہ اور جمعہ کی مبارک شب اس بچے کی اقبال مندی پر کافی ہیں......کیا خبر تھی کہ...... اس نومولود نے کیا کرنا ہے......؟ جب وہ کچھ چل پھر کر سنبھلنے لگا تو......اسے ایک مکتب میں بٹھا دیا گیا......نورانی قاعدہ کی ''الف'' سے اس کا سبق شروع ہوا اور پھر...... بہ تدریج چلتا چلا گیا......زبان پر جب قرآنی حروف چلنے لگے تو انکا مطلب سمجھنے مدرسہ ''محمودیہ'' میں بیٹھنے لگے......آٹھ، دس سال کا لمبا عرصہ وہیں گزر گیا اور......وہ بچہ اب عالم بن گیا۔رسمی تعلیم......اگرچہ مکمل ہو چکی تھی، مگر پیاس......اب بھی باقی تھی......سعادت مند نصیبہ......آپ کو دیو بند کی چوکھٹ پر لے گیا......وہاں......حضرۃ مدنیؒ جیسا استاد مل گیا......جس کی تراش خراش نے سونے کو کندن بنا دیا......دیو بند کی چاردیواری میں رہ کر حضرت تونسویؒ نے علم تفسیر بھی سیکھا......علم حدیث بھی پڑھا......دوزانوں بیٹھ کر آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس فرامین کو بھی سُنا اور......صحابہ کے بے داغ عالی کردار کو آسمان دنیا پر چمکتے دیکھا، امام بخاریؒ نے انہیں بتایا کہ......صدیق اکبرؓ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار تھے۔امام مسلمؒ نے سمجھایا کہ......حضرۃ عمرؓ مؤید بالوحی وفادار تھے......پڑھتے ہوئے یہ بھی پڑھا کہ......حضرت عثمانؓ صاحب حیا آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد

تھے......اور حضرت علی حیدر کرار حضورؐ کے محبوب عم زاد تھے......سورۂ نور میں ان کے استاد نے بتایا کہ......
تمہاری ماں ''عائشہ'' کی تطہیر میں رب نے پورا رکوع اتارا......اور قرآن نے صاف صاف اعلان کر دیا''
فان آمنوا بمثل ما آمنتم به فقدا هتدوا ''اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے حروف میں سمجھایا''
اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم''......

ایک طرف تو حضرۃ تونسویؒ، صحابہؓ کے فلک بوس کردار اور رفعت کی روداد سنتے جبکہ......دوسری طرف کالے لعینوں کی گالیاں اور تبرا بازوں کی بکواس سنتے تو......سرتاپا چھلنی رہ جاتے......اپنے درد کے درماں......مشفق ومہرباں ''حضرت مدنیؒ'' کے پاس آتے اور......گھنٹوں اسی گتھی کو سلجھانے میں لگتے......روشن جبیں پر بخت بلندی کے آثار دیکھ کر......حضرت مدنیؒ نے اس گوہر کو حضرت لکھنویؒ کے سپرد کر دیا......حضرت تونسویؒ کی زندگی کا ایک باب یہاں ختم ہوتا ہے اور......دوسرے باب کا دریچہ حضرۃ لکھنویؒ سے شروع ہو جاتا ہے۔

اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا عشق اور اہل بیت سے قلبی تعلق نے حضرۃ تونسویؒ کو لکھنو پہنچا دیا......دیانتدار استاد ''حضرت لکھنویؒ'' نے اپنا سارا علمی سرمایہ اپنے قدر شناس شاگرد ''حضرت تونسویؒ کے ظرف میں انڈیل دیا......یہ لکھنو حضرت تونسویؒ کا اُونچا نشیمن تھا......یہاں رہ کر حضرت تونسویؒ نے صحابہ کی عظمت پڑھی......صحابہؓ کی شان پڑھی اور......پورے جہان پر ان کی برتری دیکھی......پھر ان کے عشق میں سرمست اہل سنت کا یہ عقاب......سبائیوں کے خرمن میں آگ لگانے فضا میں بُلند ہو گیا......ہر بھونکتے کے منہ میں خاک ڈالنا اور......گندی زبان کو لگام دینا اس شاہین کا ہدف تھا اور......تاک تاک کر صحابہؓ کے دشمنوں کو نابود کرنا اس کی زِیست کا بہانہ تھا......اسی مقصد کے لیے یہ ''بے باک'' ہند اور سندھ پھرا، عجم وعرب تک گیا......ہر کاخ وہر کوں چلا......یہ فرش زمیں کیا ہے......؟ اللہ اکبر......جب اٹھا تو......زینے کے بغیر کوٹھوں پر سے ہو آیا۔

زمانہ طالب علمی میں ان کا ایک جلسہ سنا......ماشاء اللہ کیا بلند آواز تھی......اور شیروں جیسی گرج، بلند موجیں......اُونچی لہریں......ٹھاٹھیں مارتا علمی سمندر......حضرتؒ جہاں جاتے کتابوں کا انبار ساتھ رہتا......تقریر سے پہلے ہی اسٹیج پر کتابیں سجادی جاتیں، پھر......مقرر جب تقریر کیلئے کھڑا ہوتا تو گویا......دریا کا بند ٹوٹ پڑتا۔اُولٰئک آبائی فجئنی بمثلهم

حضرت تونسویؒ نے رِدِ رافضیت کو اپنا مستقل موضوعِ سخن بنایا تھا اور پھر زندگی وقف کر دی۔آپؒ نے اپنی حیات میں بیسوں مناظرے فرمائے......اپنے علاقہ ''تونسہ شریف'' سے ہی آپؒ نے اس میدان

میں پہلا قدم رکھا اور پھر...... درجنوں ایسے کامیاب وجد آفریں مناظرے کیے کہ......اہل اسلام کے دل ٹھنڈے ہو گئے اور......کالے بے ایمان کئی پشتوں تک جل مرے ”واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون“

آپؒ کے مناظروں میں...... مناظرۂ چکوال...... مناظرۂ تونسہ شریف...... مناظرۂ لتڑی اور مناظرۂ اسلام پور کے شاندار مناظروں کے علاوہ ”مناظرۂ باگڑ سرگانہ“......اپنی پہچان آپ ہے۔اللہ عظیم نے جہاں آپؒ کو بلند آواز اور نورانی بارعب چہرے سے نوازا تھا، وہیں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا خاص ڈھنگ بھی سکھایا تھا......ضبط وحوصلہ...... وسیع مطالعہ، عربی وفارسی زبان پر یکساں عبور......فریقین کی کتب پر گہری نظر......شیعہ کتب سے اپنے مسلک کا دفاع اور اُنہی کتابوں سے اُن پر قہر بے پناہ......فریق مخالف کی خروج عن المبحث پر مضبوط گرفت......شیعہ کتب کی بیشتر عبارات زبانی یاد......اور شرائط مناظرہ طے کرنے میں قابل رشک بیداری......حاضر دماغی وحاضر جوابی......آپؒ کی ممتاز خصوصیات ہیں۔

طرزِ مناظرہ......اندازِ تردید اور قوت استدلال میں تو حضرتؒ اپنی مثال خود آپ تھے......تبھی تو ملک کے نامور بڑے بڑے مدارس میں آپؒ کو بلوایا جاتا تھا اور تشنگان علوم نبوت کو آپؒ سے استفادہ کا موقع ملتا تھا...... ہر سال آپؒ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن (کراچی) تشریف لاتے، اور پورا شعبان صحابہؓ کی وکالت سکھاتے......یہی آس لیے میں بھی گذشتہ سال بنوری ٹاؤن داخل ہوا...... اور پورا سال انتظار میں کٹ گیا......سالانہ امتحانات کے بعد جب مناظرہ کی کلاس شروع ہوئی تو......سرِراہ ٹکٹکی بندھی رہتی اور بڑی شدت سے انتظار رہتا......اور سوچتا کہ......منبر ومسند تو سامنے ہیں، پر خطیب کیوں نظروں سے اوجھل ہے؟ معلوم ہوا ہے کہ حضرتؒ کافی علیل ہیں اور امسال تشریف نہ لاسکیں گے......جیسے ہی سُنا......دم بخود ساکت رہ گیا اور گزرے دنوں کو ٹٹولنے لگا......جانے کونسی خطا ایسی ہوئی، نہ حضرتؒ کی زیارت ہوئی، نہ......شرفِ تلمذی......غم سے جگر پھٹ رہا تھا اور کلیجہ منہ کو آرہا تھا......اپنے رب سے شکوہ کرنے لگا، مگر......اپنے کاموں کی حکمت اللہ حکیم خود آپ ہی جانتا ہے۔

غم کی اس تاریکی میں مجھے ماضی کا تابناک منظر خوش کرنے لگا کہ...... جب میرا مشفق ومہرباں اُستاذ مجھے حضرتؒ کے رُوبرو لے گیا......جاتے ہی میں نے سَر جھولی میں ڈال دیا اور پھر حضرتؒ کا دستِ شفقت اٹھا اور...... بڑی دیر تک میرے سر پر رہا......خدا کی قسم...... نہ تو میں ایسے محسن کا احسان فراموش کرسکتا ہوں اور نہ اس ہاتھ کا لمس کبھی بھول سکتا ہوں جس کی حلاوت......آج بھی تازہ ہے، اگرچہ...... حضرتؒ کا وجود باسعود......آج ہمارے درمیان نہیں رہا، مگر......حضرتؒ کا روشن نام تا قیامت چمکتا رہے گا۔

ان شاءاللہ...... بیشک ''کل نفس ذائقة الموت'' ایک اٹل حقیقت ہے، ہر ایک نے مرنا ہے......اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں، مگر...... کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں...... جو مر کر بھی زندہ رہتے ہیں......وقت کا مرور اُنہیں مٹا سکتا ہے......نہ زمانے کی دھول میں......وہ پُرانے ہوتے ہیں......شام وسحر اور......صبح ومساء سے بے نیاز وہ اپنے رب سے مل بھی چکے ہوتے ہیں، مگر سحر......ابھی تک ان کے نام سے اُبھرتی ہے اور شام...... اُنہی کی یاد میں ڈھل جاتی ہے۔

آہ......گلشنِ اہل سنت کا گُلِ سر سبد حضرت تونسویؒ! تُو تو چلا گیا مگر......اس گلشن کا نمناک عندلیب ابھی تک گُن گنا رہا ہے۔

ہے ہے مرا پھول لے گیا کون؟
ہے ہے مجھے داغ دے گیا کون؟

تعارفِ کتب

نام کتاب: دفاع امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) بارہواں ایڈیشن...... صفحات: ۳۶۱۔ قیمت: درج نہیں۔
مصنف: حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب دام ظلہ۔...... ناشر: القاسم اکیڈمی نوشہرہ۔

طالب علمی کے دور سے بندہ کا خیال تھا کہ فلاں اور فلاں انسان تاریخ کی مظلوم ترین شخصیات ہیں مگر جب سلف بیزار طبقہ کی کتب کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس امت کی مظلوم ترین شخصیات میں ایک اہم نام امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا بھی ہے۔

آل غیر مقلدیت ایک عرصہ سے ان کے خلاف من گھڑت حکایات اور بے جا الزامات کا پرچار کر رہے ہیں اور اس میں اس حد تک تجاوز کیے ہوئے ہیں کہ امام صاحب کی طرف ان باتوں کو بھی منسوب کرنے سے نہیں شرماتے جنہیں خود ان کے معتمد علماء نے قطعی طور پر ''جھوٹ'' قرار دیا ہے مثلاً امام صاحب علم حدیث وعلم لغت میں کافی بہرہ نہ رکھتے تھے اور نصوص چھوڑ کر رائے وقیاس کی پیروی کرنا وغیرہ......وکیل اہلحدیث محمد حسین بٹالوی صاحب ان باتوں کو جھوٹ قرار دے چکے ہیں۔ (اشاعۃ السنۃ جلد ۲۲ صفحہ ۲۸۷)

ایسے سنگین حالات میں ضرورت تھی کہ کوئی ایسی کتاب تصنیف کی جاتی جس میں مخالفین کے الزامات اور اعتراضات کا تسلی بخش جواب دیا جاتا، قدرت نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب دام ظلہ کا انتخاب کیا انہوں نے ''دفاع امام ابوحنیفہ'' کے نام سے کتاب تصنیف کر کے مخالفین کی غلط بیانیوں کو طشت از بام کر دیا۔

کتاب کے نام سے اگر چہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں صرف ''دفاع'' ہے یعنی امام صاحب پر بے بنیاد اور غلط الزامات کا جواب ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس میں ''دفاع'' کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت کچھ ہے مثلاً امام صاحب کی تابعیت، آپ کے اساتذہ وتلامذہ کا تذکرہ، آپ کی کتابوں کا ذکر، فقہ حنفی کی تدوین اور قانونی حیثیت وجامعیت، آپ کے علمی وتحقیقی کارنامے، ذہانت وشجاعت، بحث ومناظرہ اور حق گوئی کے واقعات، وصایا ونصائح، نظریہ انقلاب وسیاست اور محدثانہ جلالتِ قدر وغیرہ پر سیر حاصل بحث موجود ہے۔

کتاب میں مندرج باتوں میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کی تائید فریق مخالف کی کتب سے دستیاب ہوسکتی ہے مصنف نے اگر چہ اس کا التزام نہیں کیا مگر کتاب کو مدلل ومحقق بنانے کے لیے تاریخ وسیر کی پونے دوسو کتابوں اور رسالوں کو کھنگال کر ایک خوب صورت دستاویز امت کے سامنے پیش کر دی ہے۔

کتاب کا طرزِ تحریر ادیبانہ اور عام فہم ہے، اس کا مطالعہ ویسے تو ہر شخص کے لیے مفید ہے مگر غیر مقلدین سے متاثر لوگوں کے لیے انتہائی ضروری ہے۔(رب نواز عفا اللہ عنہ، احمد پور شرقیہ)

☆......☆......☆......☆

نام کتاب: اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال صفحات: ۴۰۰۔ قیمت: درج نہیں۔

افادات: شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہم جمع وترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی

پیش لفظ: حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم ناشر: القاسم اکیڈمی۔0333-6544950

امام ترمذیؒ کی جامع السنن کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

جس میں والدین کے حقوق، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی، پڑوسیوں کے حقوق ہمسائیگی، بڑوں کا ادب واحترام، چھوٹوں پر رحمت وشفقت، بہنوں اور بیٹیوں کی تعلیم وتربیت، بیوی اور بچوں کی پرورش اور سرپرستی، یتیموں اور بیواؤں کی خبرگیری، ضعیفوں اور بے کسوں کے ساتھ ہمدردی، غلاموں اور خادموں سے لطف اور نرمی، مریضوں کی عیادت، مصیبت زدہ کی مدد اور ان سے تعاون، عام لوگوں کے ساتھ رحم دلی اور آپس میں محبت واخوت، نیز سلام کو عام کرنا، مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا، عفو درگزر سے کام لینا، عہد کی پابندی کرنا، سخاوت اور مہمان نوازی اپنانا، اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا، سچ بولنے کی عادت بنانا الغرض ہر قسم کی خوش اخلاقی اور حسنِ معاشرت کی تعلیم دی گئی ہے اور ان اوصاف حسنہ کے فضائل اور ان پر مرتب ہونے والے اجر وثواب کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

☆......☆......☆......☆

نام کتاب: مآثر ومکاتیب مولانا عبدالمعبود مدظلہم صفحات: ۳۶۰۔ قیمت: درج نہیں۔

جمع وترتیب: مولانا حافظ محمد طیب حقانی مدظلہ پیش لفظ: حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرۃؓ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، کے پی کے۔0333-6544950

بزرگ عالم دین، بقیۃ السلف، معروف مصنف، مؤرخ وادیب مولانا عبدالمعبود مدظلہ کے علمی وتحقیقی، تاریخی وادبی، نقد وجرح، نادر مباحث پر مشتمل مضامین، دلچسپ تحقیقات وادبیات پر مشتمل مقالات، اہم دینی، علمی اور ادبی کتب پر جائزے وتبصرے اور دلچسپ علم آموز مکتوبات وتأثرات کا حسین گلدستہ۔

باب ۱: مقالات ومضامین باب ۲: بحث ونظر، تحقیق وتنقید باب ۳: تعارف وتبصرۂ کتب

☆......☆......☆......☆

نام کتاب: والد کا پیغام اولاد کے نام صفحات: ۲۵۶۔ قیمت: درج نہیں۔

تالیف: حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم ناشر: القاسم اکیڈمی۔0333-6544950

والد کا پیغام صرف والد کا پیغام ہی نہیں، آپ بیتی بھی ہے اور جگ بیتی بھی، تذکرہ وسوانح بھی ہے اور انقلاب انگیز تاریخ بھی، مشاہدات بھی ہیں اور حکایات بھی، تفسیر وحدیث سے اقتباس بھی ہے اور کتبِ سیرت سے انتخاب بھی، منتخب اور مؤثر کتابوں کا ذکر بھی ہے اور اربابِ فضل وکمال سے انتساب بھی، امتحانات، آزمائشیں، ابتلاءات کے مراحل، قناعت اور صبر واستقامت کے فضائل، نسلِ نو کی کامیابی کا لائحہ عمل، مساعی اور جدوجہد کے اہداف، رزق حلال اور حصول علم وکمال کے راہ نما اُصول، دعوت وخطاب، حکمت ودانائی اور عقلمندی وبینائی کے کہکشاں، علم وادب کا حسین شہ کار، علم پرور، ایمان افروز اور ولولہ انگیز مضامین کا حسین مرقع......

روحانی بیماریوں کی نشاندہی اور علاج، فرق باطلہ کا تعاقب اور اجتناب، دعوتی، تبلیغی، اصلاحی اور جہادی سرگرمیاں، اصلاحِ انقلابِ امت کے مشن کا فروغ، تصوف وسلوک اور بیعت وطریقت کی برکتیں، مناظروں اور مجادلوں کی حقیقت اور احتراز کی نصیحت......

والدین، اولاد بالخصوص بزرگوں، خوردوں، نوجوانوں، بچوں، بچیوں اور عامۃ المسلمین کے لیے مفید ترین لائحہ عمل، اپنے طرز کی پہلی انوکھی اور البیلی کتاب......

☆......☆......☆......☆

نام کتاب: حسن انتخاب　　صفحات: ۱۸۴۔　　قیمت: درج نہیں۔

تالیف: مولانا عمادالدین محمود مدظلہ　　پیش لفظ: حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہؓ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، کے پی کے۔ 0333-6544950

ماضی کی حسین یادیں، حق گوئی وبے باکی کی داستانیں، عشق رسول کے ایمان پرور واقعات، زہد وتقویٰ کی حکایات، صدقات وخیرات کی برکات، آیات قرآنی کی تلاوت کے نقد ثمرات اور سخاوت وفیاضی کے قصص پر مشتمل ایک ایسی راہ نما کتاب جو آپ کو آبدیدہ بھی کرے گی اور مسرور بھی۔

☆......☆......☆......☆

نام کتاب: ماہنامہ القاسم قلم وقرطاس نمبر　　صفحات: ۱۸۰۔　　قیمت: 100 روپے۔

زیرسرپرستی: حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم　　مدیر مسئول: مولانا حافظ محمد قاسم مدظلہ

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہؓ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، کے پی کے۔ 0301-3019928

ماہنامہ ''القاسم'' نے اپنی سترہویں خصوصی اشاعت ''قلم وکتاب نمبر''، اٹھارویں خصوصی اشاعت الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نمبر کے بعد اسی حوالے سے ایک اور خصوصی اشاعت ''قلم وقرطاس نمبر'' پیش کیا ہے۔

جو قرطاس وقلم اور کتاب ومطالعہ کے حوالے سے دلچسپ اور سحر انگیز مضامین، القاسم اکیڈمی کی جدید ترین مطبوعات، شرح حدیث، تصوف وسلوک، تاریخ اور تذکرہ وسوانح بالخصوص علم وادب کے حوالے سے شاہکار کتابوں کا علمی، ادبی تعارف، علماء، دانشوروں، ادیبوں اور ارباب فضل وکمال کے شاندار علمی، ادبی، تحقیقی اور تاریخی تجزیے، تبصرے اور مقالات کا حسین گلدستہ ہے۔

☆......☆......☆......☆

نام کتاب: تفسیر سورۃ فاتحہ، تحفۃ الاسلام　　صفحات: ۹۶۔　　قیمت: درج نہیں۔

مؤلف: مولانا حافظ محمد اکرام الدین رحمہ اللہ　　پیش لفظ: حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہؓ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، کے پی کے۔ 0333-6544950

سورۃ فاتحہ کی علمی، تحقیقی، محدثانہ، عالمانہ اور فاضلانہ تفسیر، اہم علمی مباحث، تحقیقی مضامین، تفسیری نکات اور دینی ترغیبات، ائمہ مفسرین اور سلف صالحین کے منہج کے عین مطابق ہر عنوان ہدایت، ہر مضمون پُر حکمت، ہر تحقیق مکمل، ہر مسئلہ مدلل، ہر سطر نور سے معمور

☆......☆......☆......☆

نام کتاب: اعتراف ذنوب مع اعتراف قصور　　صفحات: ۳۸۶۔　　قیمت: درج نہیں۔

از؛ مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ رحمہ اللہ　　تسہیل: مولانا قمر الزمان الہ آبادی مدظلہم

پیش لفظ: حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم　　ناشر: القاسم اکیڈمی، خالق آباد، ضلع نوشہرہ

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی مدظلہم لکھتے ہیں:

''ہمارے اس پُرفتن دور میں جہاں مادیت کا غلبہ ہے، ہمارے اکابرین نے اس (اپنی خطاؤں اور گناہوں کا اعتراف کر کے توبہ کرنے کی) اہم سنت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے مؤثر کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ رحمہ اللہ نے ایک بہترین رسالہ ''اعتراف ذنوب'' کے نام سے تحریر فرمایا ہے، جس کو بار بار مطالعہ کرنا چاہیے۔ حضرت مولانا قمر الزمان صاحب دامت برکاتہم نے اس کا ضمیمہ ''اعتراف قصور'' کے نام سے مرتب فرمایا ہے، جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام اور کبار علماء وصالحین کے اعترافِ قصور کے مؤثر واقعات نقل فرمائے ہیں۔

یہ دونوں رسالے اس قابل ہیں کہ مسلمانوں کی مجلسوں میں باقاعدہ سنائے جائیں، مدارس میں ان کی عصر کے بعد طلباء کو درساً درساً تعلیم کی جائے۔ تاکہ ان میں تواضع اور عبدیت پیدا ہو، جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکے۔''

☆......☆......☆......☆

محترم شیر خان انجم نیازی صاحب

حمدِ باری تعالیٰ

کبھی خالی نہیں لوٹا کبھی خالی نہیں آیا
سخی جتنا سُنا تھا اُس سے بڑھ کر ہی تجھے پایا
میں جتنا شکر کر پاؤں وہی میرے لیے کم ہے
یہی میری امارت ہے یہی ہے میرا سرمایا
مجھے پکڑا نہیں تُو نے کبھی میرے گناہوں پر
مری بدکاریوں پر بھی کبھی غصہ نہیں کھایا
گنہ میں کرتے کرتے تھک گیا ہوں باوجود اِس کے
مرے سر پر رہا تیری محبت کا گھنا سایا
سلیقہ مانگنے کا گو نہیں آیا مجھے پھر بھی
کسی شے کے لیے تُو نے کبھی مجھ کو نہ ترسایا
کہ جتنا میں نے مانگا اُس سے بڑھ کر دے دیا تُو نے
تری شانِ کریمی نے ہمیشہ رحم فرمایا
میں اپنی ساری فرصت اور توانائی لُٹا بیٹھا
رہا جب کچھ نہ پاس اپنے تو میں تیری طرف آیا
مرے دل نے پکارا ہے جہاں بھی اُس کو گھبرا کر
وہیں ابرِ کرم برسا وہیں ابرِ کرم چھایا
نکل پاتا نہ میں اپنے مسائل کے سمندر سے
مرے بگڑے ہوئے کاموں کو انجم اُس نے سُلجھایا